ازتحقیقات وتعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنؤوط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مھدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفی السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

جدید محقق ایڈیشن

عصر حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

تفسیر ابن کثیر

6 | 5 | 4 | 3 | 2 | 1

تالیف
حافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام تخریج وتحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ



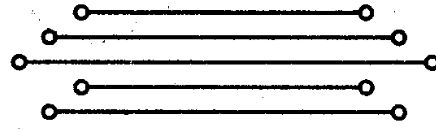
ناشر


فقہ الحدیث پبلیکیشنز
0300-4206199
Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan
E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com

ڈسٹری بیوٹر


نعمانی کتب خانہ
042-7321865, 0334-4229127
Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan
E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com

تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝۶۰

بھلا بتاؤ تو؟ کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ کس نے آسمان سے بارش برسائی؟ پھر اس سے ہرے بھرے بارونق باغات اگا دیئے؟ ان باغوں کے درختوں کو تم ہرگز نہ اگا سکتے" کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بلکہ یہ لوگ اللہ کی برابری کا اوروں کو ٹھہراتے ہیں ○

آسمان وزمین کا خالق کون؟ بیان کیا جا رہا ہے کہ کل کائنات کا رچانے والا' سب کا پیدا کرنے والا' سب کو روزیاں دینے والا' سب کی حفاظتیں کرنے والا' تمام جہان کی تدبیر کرنے والا' صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ان بلند آسمانوں کو' ان چمکتے ستاروں کو' اسی نے پیدا کیا۔ اس بھاری بوجھل زمین کو' ان بلند چوٹیوں والے پہاڑوں کو' ان پھیلے ہوئے میدانوں کو اسی نے پیدا کیا ہے۔ کھیتیاں' باغات' پھل' پھول' دریا' سمندر' حیوانات' جنات' انسان' خشکی اور تری کے عام جاندار' اسی ایک کے بنائے ہوئے ہیں۔ آسمانوں سے پانی اتارنے والا ایک وہی ہے' اسے اپنی مخلوق کی روزی کا ذریعہ اسی نے بنایا ہے۔ باغات کھیت سب وہی اگاتا ہے' جو خوش منظر ہونے کے علاوہ بے حد مفید ہوتے ہیں خوش ذائقہ ہونے کے علاوہ زندگی کو قائم رکھنے والے ہوتے ہیں۔ تم میں سے یا تمہارے معبودان باطل میں سے کوئی بھی نہ کسی چیز کے پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے' نہ کسی درخت کے اگانے کی۔ بس وہی خالق ورازق ہے' اللہ کی خالقیت اور اس کی روزی پہنچانے کی صفت کو مشرکین بھی مانتے تھے۔ جیسے دوسری آیت میں بیان ہوا ہے کہ ﴿وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ﴾ [1] الخ' یعنی اگر تو ان سے دریافت کرے کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ الغرض یہ جانتے ہیں اور مانتے ہیں کہ خالق کل صرف اللہ ہی ہے۔ لیکن ان کی عقل ماری گئی ہے کہ عبادت کے وقت اللہ کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کر لیتے ہیں۔ باوجودیکہ جانتے ہیں کہ وہ نہ پیدا کرنے والے ہیں نہ روزی دینے والے۔ اور اس بات کا فیصلہ تو آسانی سے ہر عقلمند کر سکتا ہے کہ عبادت کے لائق وہی ہے جو خالق' مالک اور رازق ہے۔ اسی لئے یہاں اس آیت میں بھی سوال کیا کہ کیا معبود برحق کے ساتھ کوئی اور بھی عبادت کے لائق ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ مخلوق کو پیدا کرنے میں' مخلوق کی روزی مہیا کرنے میں کوئی اور بھی شریک ہے؟ چونکہ وہ مشرک خالق' رازق صرف اللہ ہی کو مانتے تھے اور عبادت اوروں کی بھی کرتے تھے' اس لئے اور آیت میں فرمایا ﴿اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ﴾ [2] الخ' خالق اور غیر خالق یکساں نہیں ہیں پھر تم خالق مخلوق کو کیسے ایک کر رہے ہو؟ یہ یاد رہے کہ ان آیات میں ﴿اَمَّنْ﴾ جہاں جہاں ہے' وہاں یہی معنی ہیں کہ ایک تو وہ جو ان تمام کاموں کو کر سکے اور ان پر قادر ہو دوسرا وہ جس نے ان میں سے نہ تو کسی کام کو کیا ہو اور نہ کر سکتا ہو۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ گو دوسری شق کو لفظوں میں بیان نہیں کیا لیکن طرز کلام اسے صاف کر دیتا ہے۔ اور آیت میں صاف صاف یہ بھی ہے کہ ﴿اَللّٰهُ

---

[1] [سورۃ الزخرف: آیت ۸۷]
[2] [سورۃ النحل: آیت ۱۷]

﴿خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ [1] کیا اللہ بہتر ہے یا جنہیں وہ شریک کرتے ہیں؟ آیت کے خاتمے پر فرمایا بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے شریک ٹھہرا رہے ہیں۔ آیت ﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ﴾ الخ بھی اسی جیسی آیت ہے۔ یعنی ایک وہ شخص جو اپنے دل میں آخرت کا ڈر رکھ کر' اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہو کر راتوں کو نماز میں گزارتا ہو۔ یعنی وہ اس جیسا نہیں ہو سکتا جس کے اعمال ایسے نہ ہوں۔ ایک اور جگہ ہے عالم اور بے علم برابر نہیں۔ عقلمند ہی نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ایک وہ جس کا سینہ اسلام کے لئے کھلا ہوا ہو' اور وہ اپنے رب کی طرف سے نور ہدایت لئے ہو اور وہ اس جیسا نہیں' جس کے دل میں اسلام کی طرف سے کراہت ہو اور سخت دل ہو۔ اللہ نے خود اپنی ذات کی نسبت فرمایا ﴿اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ﴾ [2] الخ' یعنی وہ جو مخلوق کی تمام حرکات' سکنات سے واقف ہو تمام غیب کی باتوں کو جانتا ہو اس کی مانند ہے جو کچھ بھی نہ جانتا ہو؟ بلکہ جس کی آنکھیں اور کان نہ ہوں جیسے تمہارے یہ بت ہیں۔ فرمان ہے ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ﴾ [3] الخ' یہ اللہ کے شریک ٹھہرا رہے ہیں۔ ان سے کہہ ذرا ان کے نام تو مجھے بتاؤ۔ پس ان سب آیتوں کا بھی مطلب یہی ہے کہ اللہ نے اپنی صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ پھر خبر دی ہے کہ یہ صفات کسی میں نہیں۔

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

کیا وہ جس نے زمین کو قرارگاہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں جاری کر دیں اور اس کے لئے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان روک بنا دی' کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے بلکہ ان میں سے اکثر کچھ جانتے ہی نہیں ○

زمین پر نہریں اور پہاڑ بنانے والا کون؟ زمین کو اللہ تعالیٰ نے ٹھہری ہوئی اور ساکن بنایا تاکہ دنیا با آرام اپنی زندگی بسر کر سکے اور اس پھیلے ہوئے فرش پر راحت پا سکے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا﴾ [4] الخ' اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لئے ٹھہری ہوئی اور ساکن بنایا اور آسمان کو چھت بنایا۔ اس نے زمین پر پانی کے دریا بہا دیئے جو ادھر ادھر بہتے رہتے ہیں اور ملک ملک پہنچ کر زمین کو سیراب کرتے ہیں تاکہ زمین سے کھیت' باغ وغیرہ اگیں۔ اس نے زمین کی مضبوطی کے لئے اس پر پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تاکہ وہ تمہیں متزلزل نہ کر سکے۔ ٹھہری رہے اس کی قدرت دیکھو کہ ایک کھاری سمندر ہے اور دوسرا میٹھا ہے۔ دونوں بہہ رہے ہیں' بیچ میں کوئی روک' آڑ' پردہ' حجاب نہیں لیکن قدرت نے ایک کو ایک سے الگ کر رکھا ہے نہ کڑوا میٹھے سے مل سکے نہ میٹھا کڑوے میں۔ کھاری اپنے فوائد پہنچا تا رہے اور میٹھا اپنے فائدے دیتا رہے۔ اس کا نتھرا ہوا' خوش ذائقہ' مسرور کن' خوش ہضم' پانی لوگ پئیں' اپنے' جانوروں کو پلائیں' کھیتیاں باڑیاں باغات وغیرہ میں یہ پانی

---

[1] [سورۃ النمل: آیت ۵۹]
[2] [سورۃ الرعد: آیت ۳۳]
[3] [سورۃ الرعد: آیت ۳۳]
[4] [سورۃ غافر: آیت ٦٤]

پہنچائیں، نہائیں دھوئیں وغیرہ، کھاری پانی اپنے فوائد سے لوگوں کو سودمند کرے یہ ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے تاکہ ہوا خراب نہ ہو۔ اور اس آیت میں بھی ان دونوں کا بیان موجود ہے ﴿وَهُوَ الَّذِىْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ﴾ [1] الخ یعنی ان دونوں سمندروں کا جاری کرنے والا اللہ ہی ہے اور اسی لئے ان دونوں کے درمیان حدِ فاصل قائم کر رکھی ہے۔ یہاں یہ قدرتیں اپنی جتا کر۔ پھر سوال کرتا ہے کہ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی ایسا ہے جس نے یہ کام کئے ہوں یا کر سکتا ہو؟ تاکہ وہ بھی لائق عبادت سمجھا جائے۔ اکثر لوگ محض بے علمی سے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ عبادتوں کے لائق صرف وہی ایک ہے۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ
اللّٰهِ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾

بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کے نائب بناتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت و عبرت حاصل کرتے ہو ○

مصیبت زدہ کی پکار سننے والا کون؟ سختیوں اور مصیبتوں کے وقت پکارے جانے کے قابل اسی کی ذات ہے۔ بے کس، بے بس لوگوں کا سہارا وہی ہے۔ گرے پڑے، بھولے بھٹکے، مصیبت زدہ اسی کو پکارتے ہیں۔ اسی کی طرف لو لگاتے ہیں۔ جیسے فرمایا کہ تمہیں جب سمندر کے طوفان زندگی سے مایوس کر دیتے ہیں تو تم اسی کو پکارتے ہو اسی کی طرف گریہ وزاری کرتے ہو اور سب کو بھول جاتے ہو اسی کی ذات ایسی ہے کہ ہر ایک بے قرار وہاں پناہ لے سکتا ہے مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبت اس کے سوا کوئی بھی دور نہیں کر سکتا۔ ایک شخص نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ! آپ کس چیز کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کی طرف جو اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں جو اس وقت تیرے کام آتا ہے جب تو کسی بھنور میں پھنسا ہوا ہو۔ وہی ہے کہ جب تو جنگلوں میں راہ بھول کر اسے پکارے تو وہ تیری رہنمائی کر دے۔ تیرا کوئی کھو گیا ہو اور تو اس سے التجا کرے تو وہ اسے تجھ کو ملا دے۔ قحط سالی ہو گئی ہو اور تو اس سے دعائیں کرے تو وہ موسلا دھار بارش تجھ پر برسا دے۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کچھ نصیحت کیجئے آپ نے فرمایا کسی کو برا نہ کہہ نیکی کے کسی کام کو ہلکا اور بے وقعت نہ سمجھ۔ خواہ اپنے مسلمان بھائی سے بہ کشادہ پیشانی ملنا ہی ہو گو اپنے ڈول سے کسی پیاسے کو ایک گھونٹ پانی کا دینا ہی ہو اور اپنے تہبند کو آدھی پنڈلی تک رکھ۔ لمبائی میں زیادہ سے زیادہ ٹخنے تک۔ اس سے نیچے لٹکانے سے بچتا رہ۔ اس لئے کہ وہ فخر وغرور ہے جسے اللہ ناپسند کرتا ہے۔ (مسند احمد) [2] ایک روایت میں ان کا نام جابر بن سلیم ہے۔ اس میں ہے کہ جب حضور ﷺ کے پاس آیا آپ ایک چادر سے گوٹ لگائے بیٹھے تھے۔ جس کے پھندنے آپ کے قدموں پر گر رہے تھے۔ میں نے آ کر پوچھا کہ تم میں اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کون ہیں؟ آپ نے اپنے ہاتھ سے خود ہی اشارہ

---

[1] [سورۃ الفرقان: آیت ٥٣]

[2] [صحیح: مسند احمد (٥/٦٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (٢٠٦٣٦)]

کیا' میں نے کہا یا رسول اللہ! میں ایک گاؤں کا رہنے والا آدمی ہوں ادب تمیز کچھ نہیں جانتا مجھے کچھ احکام اسلام کی تعلیم دیجئے آپ نے فرمایا کہ کسی چھوٹی سی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھ' خواہ اپنے مسلمان بھائی سے خوش خلقی کے ساتھ ملاقات ہی ہو۔ اور اپنے ڈول میں سے کسی پانی مانگنے والے کے برتن میں ذرا سا پانی ڈال دینا ہی ہو۔ اگر کوئی تیری کسی شرمناک بات کو جانتا ہو اور وہ تجھے شرمندہ کرے تو تو اسے اس کی کسی ایسی ہی بات کی عار نہ دلا۔ تاکہ اجر تجھے ملے اور وہ گنہگار بن جائے۔ ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانے سے پرہیز کر کیونکہ یہ تکبر ہے جو اللہ کو پسند نہیں اور کسی کو بھی ہرگز گالی نہ دینا۔ فرماتے ہیں یہ سننے کے بعد سے لے کر آج تک میں نے کبھی کسی انسان کو بلکہ کسی جانور کو بھی گالی نہیں دی۔ [1] حضرت طاؤس رحمہ اللہ کسی بیمار کی بیمار پرسی کو گئے' بیمار نے کہا میرے لئے اللہ سے دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا تم خود اپنے لئے دعا کرو' بے قرار کی بے قراری کے وقت کی دعا کو اللہ قبول فرماتا ہے' حضرت وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اگلی آسمانی کتاب میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میری عزت کی قسم! جو شخص مجھ پر اعتماد کرے اور مجھے تھام لے تو میں اسے اس کے مخالفین سے بچالوں گا اور ضرور بچالوں گا۔ چاہے آسمان وزمین وکل مخلوق اس کی مخالفت اور ایذا دہی پر تلے ہوں۔ اور جو مجھ پر اعتماد نہ کرے میری پناہ میں نہ آئے تو میں اسے امان وامان سے چلتا پھرتا ہونے کے باوجود اگر چاہوں گا تو زمین میں دھنسا دوں گا۔ اور اس کی کوئی مدد نہ کروں گا۔ ایک بہت عجیب واقعہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک خچر پر لوگوں کو دمشق سے زبدانی لے جایا کرتا تھا اور اسی کرایہ پر میری گزر بسر تھی۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے خچر مجھ سے کرایہ پر لیا۔ میں نے اسے سوار کیا اور چلا ایک جگہ جہاں دو راستے تھے جب وہاں پہنچے تو اس نے کہا اس راہ پر چلو۔ میں نے کہا میں اس سے واقف نہیں ہوں۔ سیدھی راہ یہی ہے۔ اس نے کہا نہیں میں پوری طرح واقف ہوں' یہ بہت نزدیک کا راستہ ہے۔ میں اس کے کہنے پر اسی راہ پر چلا تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک لق ودق بیابان میں ہم پہنچ گئے ہیں جہاں کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ نہایت خطرناک جنگل ہے۔ ہر طرف لاشیں پڑی ہوئی ہیں' میں سہم گیا۔ وہ مجھ سے کہنے لگا ذرا لگام تھام لو مجھے یہاں اترنا ہے میں نے لگام تھام لی وہ اترا اور اپنا تہبند اونچا کر کے' کپڑے ٹھیک کر کے' چھری نکال کر مجھ پر حملہ کیا۔ میں وہاں سے سرپٹ بھاگا لیکن اس نے میرا تعاقب کیا اور مجھے پکڑ لیا میں اسے قسمیں دینے لگا لیکن اس نے خیال بھی نہ کیا میں نے کہا اچھا یہ خچر اور کل سامان جو میرے پاس ہے تو لے لے اور مجھے چھوڑ دے اس نے کہا یہ تو میرا ہو ہی چکا لیکن میں تو تجھے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا میں نے اسے اللہ کا خوف دلایا آخرت کے عذابوں کا ذکر کیا لیکن اس چیز نے بھی اس پر کوئی اثر نہ کیا اور وہ میرے قتل پر تلا رہا۔ اب میں مایوس ہو گیا اور مرنے کے لئے تیار ہو گیا اور اس سے بہ منت التجا کی تم مجھے دو رکعت نماز ادا کر لینے

---

[1] [صحیح: مسند احمد (٦٣/٥) ابو داؤد: کتاب اللباس: باب ما جاء فی اسبال الازار (٤٠٨٤) ترمذی: کتاب الاستیذان: باب کراهیة ان یقول علیك السلام (٥٢٠٩) نسائی فی السنن الکبری (٩٦٩٤) وفی کتاب عمل الیوم واللیلة (٨٧/٦) صحیح ابن حبان (٥٢١)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] شیخ عبد الرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

دو۔اس نے کہا اچھا جلدی پڑھ لے۔ میں نے نماز شروع کی لیکن اللہ کی قسم میری زبان سے قرآن کا ایک حرف نہیں نکلتا تھا۔ یونہی ہاتھ باندھے دہشت زدہ کھڑا ہوا تھا اور وہ جلدی مچا رہا تھا۔ اسی وقت اتفاق سے یہ آیت میری زبان پر آ گئی ﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ﴾ یعنی اللہ ہی ہے جو بے قرار کی بے قراری کے وقت کی دعا کو سنتا اور قبول فرماتا ہے اور بے بسی، بے کسی کو، سختی اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے پس اس آیت کا زبان سے جاری ہونا تھا جو میں نے دیکھا کہ بیچوں بیچ جنگل میں سے ایک گھڑ سوار تیزی سے اپنا گھوڑا بھگائے ہاتھ میں نیزہ تانے ہماری طرف چلا آ رہا ہے اور بغیر کچھ کہے اس ڈاکو کے پیٹ میں اس نے اپنا نیزا گھونپ دیا جو اس کے جگر کے آر پار ہو گیا۔ وہ اسی وقت بے جان ہو کر گر پڑا۔ سوار نے باگ موڑی اور جانا چاہا لیکن میں اس کے قدموں سے لپٹ گیا اور بہ الحاح کہنے لگا اللہ کے لئے یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں اس کا بھیجا ہوا ہوں جو مجبوروں، بے کسوں اور بے بسوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور مصیبت و آفت کو ٹال دیتا ہے۔ میں نے اللہ کا شکر کیا اور وہاں سے اپنا خچر اور مال لے کر صحیح سالم واپس لوٹا۔ [1] اسی قسم کا ایک اور واقعہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے ایک لشکر نے ایک جنگ میں کافروں سے شکست اٹھائی اور واپس لوٹے۔ ان میں ایک مسلمان جو بڑے سخی اور نیک تھے، ان کا گھوڑا جو بہت تیز رفتار تھا راستے میں اڑ گیا۔ اس ولی اللہ نے بہت کوشش کی لیکن جانور نے ایک قدم بھی نہ اٹھایا۔ آخر عاجز آ کر اس نے کہا کیا بات ہے جو اڑ گیا۔ ایسے موقعہ کے لئے تو میں نے تیری خدمت کی تھی اور تجھے پیار سے پالا تھا۔ گھوڑے کو اللہ نے زبان دی اس نے جواب دیا کہ وجہ یہ ہے کہ آپ میرا گھاس دانہ سائیس کو سونپ دیتے تھے وہ اس میں سے چرا لیتا تھا، مجھے بہت کم کھانے کو دیتا تھا اور مجھ پر ظلم کرتا تھا۔ اللہ کے اس نیک بندے نے کہا اب سے تجھے میں ہمیشہ اپنی گود میں ہی کھلایا کروں گا۔ جانور یہ سنتے ہی تیزی سے لپکا اور انہیں جائے امن تک پہنچا دیا۔ حسبِ وعدہ اب سے یہ بزرگ اپنے اس جانور کو اپنی گود میں ہی کھلایا کرتے تھے۔ لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی انہوں نے کسی سے واقعہ کہہ دیا جس کی عام شہرت ہو گئی اور لوگ اس واقعہ کو سننے کے لئے ان کے پاس دور دور سے آنے لگے۔ شاہ روم کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے چاہا کہ کسی طرح انہیں اپنے شہر میں بلا لے۔ بہت کوششیں کیں لیکن بے سود رہیں۔ آخر اس نے ایک شخص کو بھیجا کہ کسی حیلے بہانے سے انہیں بادشاہ تک پہنچا دے۔ یہ شخص پہلے مسلمان تھا پھر مرتد ہو گیا تھا یہ بادشاہ کے پاس سے یہاں آیا اور ان سے ملا۔ اپنا اسلام ظاہر کیا توبہ کی اور نہایت نیک بن کر رہنے لگا یہاں تک کہ اس ولی اللہ کو اس پر پورا اعتماد ہو گیا اور اسے صالح اور دیندار سمجھ کر انہوں نے اس سے دوستی پیدا کر لی اور ساتھ ساتھ لے کر پھرنے لگے۔ اس نے اپنا پورا رسوخ جما کر اپنی ظاہر دینداری کے فریب میں انہیں پھنسا کر بادشاہ کو اطلاع دی کہ فلاں وقت دریا کے کنارے ایک مضبوط جری شخص کو بھیجو میں انہیں لے کر وہاں آ جاؤں گا اور اس شخص کی مدد سے انہیں گرفتار کر لوں گا۔ یہاں سے انہیں فریب دے کر چلا اور اس جگہ پہنچ آیا۔ دفعتاً یہ شخص نمودار ہوا اور اس بزرگ پر حملہ کیا ادھر سے اس مرتد نے حملہ کیا اس نیک دل شخص نے اس وقت آسمان کی طرف نگاہیں اٹھائیں اور دعا کی کہ اے اللہ! اس شخص نے تیرے نام سے مجھے دھوکا دیا ہے

---

[1] [تاریخ دمشق (۴۸۹/۱۹)]

میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو جس طرح چاہے مجھے ان دونوں سے بچا لے۔ وہیں جنگل سے دو درندے دھاڑتے ہوئے آتے دکھائی دیئے اور ان دونوں شخصوں کو انہوں نے دبوچ لیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے چل دیئے اور یہ اللہ کا بندہ امن وامان سے وہاں سے صحیح سالم واپس تشریف لے آیا۔ اپنی اس شان رحمت کو بیان فرما کر پھر جناب باری کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے کہ وہی تمہیں زمین کا جانشین بناتا ہے ایک ایک کے پیچھے آ رہا ہے اور مسلسل سلسلہ چلا آ رہا ہے جیسے فرمان ہے ﴿اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ﴾ [1] الخ اگر وہ چاہے تو تم سب کو یہاں سے فنا کر دے اور کسی اور ہی کو تمہارا جانشین بنا دے جیسے کہ خود تمہیں دوسروں کا خلیفہ بنا دیا ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ الْاَرْضِ﴾ [2] الخ اس اللہ نے تمہیں زمینوں کا جانشین بنایا ہے اور تم میں سے ایک کو ایک پر درجوں میں بڑھا دیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بھی جو خلیفہ کہا گیا ہے وہ اسی اعتبار سے کہ ان کی اولاد دوسرے کی جانشین ہوگی۔ جیسے کہ آیت ﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ﴾ [3] الخ' کی تفسیر میں تفصیل وار بیان گزر چکا ہے۔ اس آیت کے اس جملے سے بھی یہی مراد ہے کہ ایک کے بعد ایک' ایک زمانہ کے بعد دوسرا زمانہ ایک قوم کے بعد دوسری قوم۔ پس یہ اللہ کی قدرت ہے اس نے یہ کیا کہ ایک مرے ایک پیدا ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ان سے ان کی نسل پھیلائی اور دنیا میں ایک ایسا طریقہ رکھا کہ دنیا والوں کی روزیاں اور ان کی زندگیاں تنگ نہ ہوں ورنہ سارے انسان ایک ساتھ شاید زمین میں بہت تنگی سے گزارہ کرتے اور ایک سے ایک کو نقصانات پہنچتے۔ پس موجودہ نظام الٰہی اس کی حکمت کا ثبوت ہے۔ سب کی پیدائش کا' موت کا' آنے جانے کا وقت اس کے نزدیک مقرر ہے۔ ایک ایک اس کے علم میں ہے اس کی نگاہ سے کوئی اوجھل نہیں۔ وہ ایک دن ایسا بھی لانے والا ہے کہ ان سب کو ایک میدان میں جمع کرے اور ان کے فیصلے کرے' نیکی بدی کا بدلہ دے ان اپنی قدرتوں کو بیان فرما کر فرماتا ہے کوئی ہے جو ان کاموں کو کر سکتا ہو؟ اور جب نہیں کر سکتا تو عبادت کے لائق بھی نہیں ہو سکتا۔ ایسی صاف دلیلیں بھی بہت سوچی جاتی ہیں اور ان سے بھی نصیحت بہت کم لوگ حاصل کرتے ہیں۔

اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾

کیا وہ جو تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت سے پہلے ہی خوشخبریاں دینے والی ہوائیں چلاتا ہے' کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ جنہیں یہ شریک کرتے ہیں اور ان سب سے اللہ تعالیٰ بلند وبالاتر ہے ○

خشکی اور سمندر میں راستہ دکھانے والا کون؟ آسمان وزمین میں اللہ تعالیٰ نے ایسی نشانیاں رکھ دی ہیں کہ خشکی اور تری میں جو راہ بھول جائے وہ انہیں دیکھ کر راہِ راست اختیار کر لے۔

جیسے فرمایا ہے کہ ستاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں' [4] سمندروں میں اور خشکی میں انہیں دیکھ کر اپنا راستہ ٹھیک

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۱۳۳]
[2] [سورۃ الانعام: آیت ۱۶۵]
[3] [البقرہ: ۳۰]
[4] [النحل: ۱۶]

کر لیتے ہیں' [1] بادل پانی بھرے برسیں اس سے پہلے ٹھنڈی اور بھینی بھینی ہوائیں وہ چلاتا ہے۔ جس سے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اب رب کی رحمت برسے گی۔ اللہ کے سوا ان کاموں کا کرنے والا کوئی نہیں نہ کوئی ان پر قادر ہے تمام شریکوں سے وہ الگ ہے' پاک ہے' سب سے بلند ہے۔

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ
هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

کیا وہ مخلوق کی اول دفعہ پیدائش کرتا ہے پھر اسے لوٹائے گا اور جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزیاں دے رہا ہے' کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ کہہ دے کہ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ○

آسمان وزمین سے رزق دینے والا کون؟ فرمان ہے کہ اللہ وہ ہے جو اپنی قدرت کاملہ سے مخلوقات کو بے نمونہ پیدا کر رہا ہے۔ پھر انہیں فنا کر کے دوبارہ پیدا کرے گا۔ جب تم اسے پہلی دفعہ پیدا کرنے پر قادر مان رہے ہو تو دوبارہ کی پیدائش جو اس کے لئے بہت آسان ہے اس پر کیوں نہیں مانتے؟ آسمان سے بارش برسانا' زمین سے اناج اگانا' اور تمہاری روزی کا سامان آسمان اور زمین سے پیدا کرنا اسی کا کام ہے جیسے سورۂ طارق میں فرمایا پانی والے آسمان کی اور پھوٹنے والی زمین کی قسم! [2] اور آیت میں ہے ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ﴾ [3] الخ' یعنی اللہ خوب جانتا ہے ہر اس چیز کو جو زمین میں سما جائے اور جو اس سے باہر اگ آئے۔ اور جو آسمان سے اترے اور جو اس پر چڑھے۔ پس آسمان سے مینہ برسانے والا اسے زمین میں ادھر ادھر تک پہنچانے والا اور اس کی وجہ سے طرح طرح کے پھل' پھول' اناج' گھاس' پات' اگانے والا وہی ہے جو تمہاری اور تمہارے جانوروں کی روزیاں ہیں۔ یقیناً یہ تمام قسم کی چیزیں ایک صاحبِ عقل کے لئے اللہ کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ اپنی ان قدرتوں کو اور اپنے ان گراں بہا احسانوں کو بیان فرما کر فرمایا کہ کیا اللہ کے ساتھ ان کاموں کا کرنے والا کوئی اور بھی ہے؟ جس کی عبادت کی جائے اگر تم اللہ کے سوا دوسروں کو معبود ماننے کے دعوے کو دلیل سے ثابت کر سکتے ہو تو وہ دلیل پیش کرو؟ لیکن چونکہ وہ محض بے دلیل ہیں اس لئے دوسری آیت میں فرما دیا کہ اللہ کے ساتھ جو دوسرے کو بھی پوجے جس کی کوئی دلیل بھی اس کے پاس نہ ہو تو وہ یقیناً کافر ہے اور نجات سے محروم ہے۔ [4]

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾
بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

کہہ دے کہ آسمان والوں میں سے' زمین والوں میں سے کوئی بھی سوائے اللہ کے غیب کو نہیں جانتا اور انہیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کب اٹھا کھڑے کئے جائیں گے؟○ بلکہ آخرت کے بارے میں ان کے علم ختم ہو چکے ہیں بلکہ یہ اس سے شک میں ہیں بلکہ

[1] [الانعام: ۹۷]
[2] [سورۃ الطارق: آیت ۱۱۔۱۲]
[3] [سورۃ سبا: آیت ۲]
[4] [سورۃ المومنون: آیت ۱۱۷]

اللہ کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ وہ سارے جہان کو معلوم کرا دیں کہ ساری مخلوق آسمان کی ہو یا زمین کی غیب کے علم سے خالی ہے بجز اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ کے کوئی اور غیب کا جاننے والا نہیں۔ یہاں استثناء منقطع ہے یعنی سوائے اللہ کے کوئی انسان، جن فرشتہ غیب داں نہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ [1] یعنی غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور فرمان ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ [2] الخ' اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے' وہی بارش برساتا ہے' وہی مادہ کے پیٹ کے بچے سے واقف ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا نہ کسی کو یہ خبر کہ وہ کہاں مرے گا؟ علیم وخبیر صرف اللہ ہی ہے۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔ مخلوق تو یہ بھی نہیں جانتی کہ قیامت کب آئے گی۔ آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والوں میں سے ایک بھی واقف نہیں کہ قیامت کا وقت کونسا ہے؟ جیسے فرمان ہے ﴿ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ [3] سب پر یہ علم مشکل ہے اور بوجھل ہے وہ تو اچانک آ جائے گی۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ جو کہے کہ حضور ﷺ کل کی بات جانتے تھے اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ پر بہتان عظیم باندھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین آسمان والوں میں سے کوئی بھی غیب کی بات جاننے والا نہیں۔ [4] حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ستاروں میں تین فائدے رکھے ہیں۔ آسمان کی زینت' بھولے بھٹکوں کی رہبری اور شیطانوں کی مار۔ کسی اور بات کا ان کے ساتھ عقیدہ رکھنا اپنی رائے سے بات بنانا اور خود ساختہ تکلیف اور اپنی عاقبت کے حصہ کو کھونا ہے۔ جاہلوں نے ستاروں کے ساتھ علم نجوم کو متعلق رکھ کر کئی فضول باتیں بنائی ہیں کہ اس ستارے کے وقت جو نکاح کرے یوں ہوگا' فلاں ستارے کے موقعہ پر سفر کرنے سے یہ ہوتا ہے' فلاں ستارے کے وقت جو تولد ہوا ہو وہ ایسا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب ڈھکوسلے ہیں ان کی اس بکواس کے خلاف اکثر ہوتا رہتا ہے ہر ستارے کے وقت کوئی کالا' گورا' ٹھگنا' لمبا' خوبصورت' بدشکل' پیدا ہوتا ہی رہتا ہے۔ نہ کوئی جانور غیب جانے نہ کسی پرندے سے غیب حاصل ہو سکے' نہ ستاروں نے غیب کی رہنمائی کی۔ سنو اللہ کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ آسمان وزمین کی کل مخلوق غیب سے بے خبر ہے۔ انہیں تو اپنے جی اٹھنے کا وقت بھی معلوم نہیں ہے۔ (ابن ابی حاتم) سبحان اللہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا یہ قول کتنا صحیح کس قدر مفید اور معلومات سے پُر ہے۔ پھر فرماتا ہے بات یہ ہے کہ ان کے علم آخرت کے وقت کے جاننے سے قاصر ہیں عاجز ہو گئے ہیں۔ ایک قراءت میں ﴿بَلْ اَدْرَكَ﴾ ہے یعنی سب کے علم آخرت کے صحیح وقت کو نہ جاننے میں برابر ہیں۔ جیسے کہ حضور ﷺ

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ٥٩]

[2] [سورۃ لقمان: آیت ٣٤]

[3] [سورۃ الاعراف: آیت ١٨٧]

[4] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب معنی قول اللہ عزوجل ولقد رآہ نزلۃ اخری (١٧٧)]

نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ میرا اور تیرا دونوں کا علم اس کے جواب سے عاجز ہے۔ [1] پس یہاں بھی فرمایا کہ آخرت سے ان کے علم غائب ہیں۔ چونکہ کفار اپنے رب سے جاہل ہیں اس لئے یہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔ وہاں تک ان کے علم پہنچتے ہی نہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آخرت میں ان کو علم حاصل ہوگا لیکن بے سود ہے۔ جیسے اور جگہ ہے جس دن یہ ہمارے پاس پہنچیں گے بڑے ہی دانا و بینا ہو جائیں گے۔ لیکن آج ظالم کھلی گمراہی میں ہوں گے۔ پھر فرماتا ہے کہ بلکہ یہ تو شک ہی میں ہیں اس سے مراد کافر ہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَعُرِضُوا عَلَى رَبِّكَ صَفًّا﴾ [2] الخ، یعنی یہ لوگ اپنے رب کے سامنے صف بستہ پیش کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہم نے جس طرح تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اب ہم تمہیں دوبارہ لے آئے ہیں لیکن تم تو یہی سمجھتے رہے کہ قیامت کوئی چیز ہی نہیں۔ مراد یہ ہے کہ تم میں سے کافر یہ سمجھتے رہے۔ پس مندرجہ بالا آیت میں بھی گو ضمیر جنس کی طرف لوٹتی ہے لیکن مراد کفار ہی ہیں اس لئے آخر میں فرمایا کہ یہ تو اس سے اندھاپے میں ہیں، نابینا ہو رہے ہیں، آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَإِذَا كُنَّا تُرَابًا وَآبَاؤُنَا أَئِنَّا لَمُخْرَجُونَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هَذَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ﴿٧٠﴾

کافروں نے کہا کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادا بھی کیا ہم پھر نکالے جائیں گے؟ ○ ہم اور ہمارے باپ دادوں کو بہت پہلے سے یہ وعدے دیئے جاتے رہے کچھ نہیں یہ تو صرف اگلوں کے افسانے ہیں ○ کہہ دے کہ زمین میں چل پھر کر ذرا دیکھو تو سہی کہ گنہگاروں کا کیسا انجام ہوا؟ ○ تو ان کے بارے میں غم نہ کر اور ان کے داؤ گھات سے تنگ دل نہ ہو ○

دوبارہ پیدائش پر تعجب: یہاں بیان ہو رہا ہے کہ منکرین قیامت کی سمجھ میں اب تک بھی نہیں آیا کہ مرنے اور سڑ گل جانے کے بعد مٹی اور راکھ ہو جانے کے بعد ہم دوبارہ کیسے پیدا کئے جائیں گے؟ وہ اس پر سخت متعجب ہیں۔ کہتے ہیں کہ مدتوں سے اگلے زمانوں سے یہ سنتے تو چلے آتے ہیں لیکن ہم نے تو کسی کو مرنے کے بعد جیتا ہوا دیکھا نہیں۔ سنی سنائی باتیں ہیں انہوں نے اپنے اگلوں سے، انہوں نے اپنے سے پہلے والوں سے سنیں ہم تک پہنچیں لیکن سب عقل سے دور ہیں۔

---

[1] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان الایمان والاسلام والاحسان (٩٣-٩٤) ترمذی: کتاب الایمان: باب ما جآء فی وصف جبریل للنبی الایمان والاسلام (٢٦١٠) ابن ماجه: مقدمه: باب فی الایمان (٦٣) نسائی: کتاب الایمان: باب نعت الاسلام (٥٠٠٥) ابو داؤد: کتاب السنة: باب فی القدر (٤٦٩٥)]

[2] [سورۃ الکہف: آیت ٤٨]

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو جواب بتاتا ہے کہ ان سے کہو ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھیں کہ رسولوں کو جھوٹا جاننے والوں اور قیامت کو نہ ماننے والوں کا کیسا دردناک، حسرت ناک انجام ہوا؟ ہلاک اور تباہ ہو گئے اور نبیوں اور ایمان والوں کو اللہ نے بچا لیا۔ یہ نبیوں کی سچائی کی دلیل ہے۔ پھر اپنے نبی ﷺ کو تسلی دی کہ یہ تجھے اور میرے کلام کو جھٹلاتے ہیں لیکن تو ان پر افسوس اور رنج نہ کر۔ ان کے پیچھے اپنی جان کو روگ نہ لگا۔ یہ تیرے ساتھ جو روباہ بازیاں کر رہے ہیں اور جو چالیں چل رہے ہیں ہمیں خوب علم ہے تو بے فکر رہ۔ تجھے اور تیرے دین کو ہم اوج دینے والے ہیں۔ دنیا جہاں پر تجھے ہم بلندی دیں گے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ
الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾
وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾

کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہے اگر سچے ہو تو بتلا دو ○ جواب دے کہ شاید بعض وہ چیزیں جن کی تم جلدی مچا رہے ہو تم سے بہت ہی قریب ہو گئی ہوں ○ یقیناً تیرا پروردگار تمام لوگوں پر بڑے ہی فضل والا ہے لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں ○ بے شک تیرا رب ان سب چیزوں کو بھی جانتا ہے جنہیں ان کے دل چھپا رہے ہیں اور جنہیں ظاہر کر رہے ہیں ○ آسمان و زمین کی کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ چیز بھی ایسی نہیں جو روشن اور کھلی کتاب میں نہ ہو ○

قیامت قائم کرنے کا مطالبہ: مشرک چونکہ قیامت کے آنے کے قائل تھے ہی نہیں۔ جرأت سے اسے جلدی طلب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر سچے ہو تو بتاؤ وہ کب آئے گی؟۔ جناب باری کی طرف سے بواسطہ رسول اللہ ﷺ جواب مل رہا ہے کہ ممکن ہے وہ بالکل ہی قریب آ گئی ہو۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا﴾ [1] اور جگہ ہے یہ عذابوں کو جلدی طلب کر رہے ہیں اور جہنم تو کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ [2] ﴿لَكُمْ﴾ کا لام ردف کے ' ﴿عَجِلَ﴾ کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے ہے۔ جیسے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے تو انسانوں پر بہت ہی فضل و کرم ہیں اس کی بے شمار نعمتیں ان کے پاس ہیں تاہم ان سے اکثر ناشکرے ہیں۔ جس طرح تمام ظاہر امور اس پر آشکارا ہیں، اسی طرح تمام باطنی امور بھی اس پر ظاہر ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ﴾ [3] الخ، اور آیت میں ﴿يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى﴾ [4] اور آیت میں ہے ﴿اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ﴾ [5] الخ، مطلب یہی ہے کہ ہر ظاہر و باطن کا وہ عالم ہے۔ پھر بیان فرماتا ہے کہ ہر غائب حاضر کا اسے علم ہے وہ علام الغیوب ہے۔ آسمان و زمین کی تمام چیزیں خواہ تم کو ان کا علم

---

[1] [بنی اسرائیل: ۵۱]　[2] [العنکبوت: ۵۴]　[3] [الرعد: ۱۰]
[4] [طه: ۷]　[5] [هود: ۵]

ہو یا نہ ہو اللہ کے ہاں کھلی کتاب میں لکھی ہوئی ہیں جیسے فرمان ہے کہ کیا تو نہیں جانتا کہ آسمان وزمین کی ہر ایک چیز کا اللہ عالم ہے۔ سب کچھ کتاب میں موجود ہے۔ اللہ پر یہ سب کچھ آسان ہے۔

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ وَإِنَّهُ لَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۝ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ۝ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝ وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ۝

یقیناً یہ قرآن بنی اسرئیل کے سامنے ان اکثر چیزوں کا فیصلہ کر رہا ہے جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں ○ اور یہ قرآن ایمان والوں کیلئے یقیناً ہدایت ورحمت ہے ○ تیرا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے سب فیصلے کر دے گا' وہ بڑا ہی غالب ودانا ہے ○ پس تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھ' یقیناً تو سچے اور کھلے دین پر ہے ○ بیشک تو نہ تو مردوں کو سنا سکتا ہے اور نہ ان بہروں کو اپنی پکار سنا سکتا ہے جب کہ وہ پیٹھ پھیرے روگرداں جا رہے ہوں ○ اور نہ تو اندھوں کو ان کی گمراہی سے رہنمائی کر سکتا ہے' تو صرف انہیں سنا سکتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں پھر وہ فرمانبرداری کرنے والے ہو جاتے ہیں ○

حق وباطل میں امتیاز کرنے والی کتاب قرآن کریم: قرآن پاک کی ہدایت بیان ہو رہی ہے کہ اس میں جہاں رحمت ہے وہاں فرقان بھی ہے اور بنی اسرائیل یعنی حاملان تورات وانجیل کے اختلافات کا فیصلہ بھی ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہودیوں نے منہ پھٹ بات اور نری تہمت رکھ دی تھی اور عیسائیوں نے انہیں حد سے آگے بڑھا دیا تھا۔ قرآن نے فیصلہ کیا اور افراط وتفریط کو چھوڑ کر حق بات بتا دی کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وہ اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے ہیں ان کی والدہ نہایت پاکدامن ہیں۔ صحیح اور بالکل بے شک وشبہ بات یہی ہے۔ اور یہ قرآن مومنوں کے دل کی ہدایت ہے۔ اور ان کیلئے سراسر رحمت ہے۔ قیامت کے دن اللہ ان کے فیصلے کرے گا جو بدلہ لینے میں غالب ہے اور بندہ کے اقوال وافعال کا عالم ہے۔ تجھے اسی پر کامل بھروسہ رکھنا چاہئے۔ اپنے رب کی رسالت کی تبلیغ میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔ تو تو سراسر حق پر ہے مخالفین شقی ازلی ہیں۔ ان پر تیرے رب کی بات صادق آ چکی ہے کہ انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ گو تو انہیں تمام معجزے دکھا دے۔ تو مردوں کو نفع دینے والی سماعت نہیں دے سکتا۔ اسی طرح یہ کفار ہیں کہ ان کے دلوں پر پردے ہیں ان کے کانوں میں بوجھ ہیں۔ یہ بھی قبولیت کا سننا نہیں سنیں گے۔ اور نہ تو بہروں کو اپنی آواز سنا سکتا ہے جب کہ وہ پیٹھ موڑے منہ پھیرے جا رہے ہیں۔ اور تو اندھوں کو ان کی گمراہی میں رہنمائی بھی نہیں کر سکتا تو صرف انہیں سنا سکتا ہے یعنی قبول صرف وہی کریں گے جو کان لگا کر سنیں اور دل لگا کر سمجھیں' ساتھ ہی ایمان واسلام بھی ان میں ہو۔ اللہ رسول ﷺ کے ماننے والے ہوں اللہ کے دین کے قائل وعامل ہوں۔

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾

جب ان کے اوپر عذاب کا وعدہ ثابت ہو جائے گا تو ہم زمین سے ان کیلئے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرتا ہوگا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے ○

قیامت کی ایک نشانی، دابۃ الارض: جس جانور کا یہاں ذکر ہے یہ لوگوں کے بالکل بگڑ جانے اور دین حق کو چھوڑ بیٹھنے کے وقت آخر زمانے میں ظاہر ہوگا۔ جب کہ لوگوں نے دین حق کو بدل دیا ہوگا۔ بعض کہتے ہیں یہ مکہ شریف سے نکلے گا بعض کہتے ہیں کسی اور جگہ سے جس کی تفصیل ابھی آ جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ وہ بولے گا باتیں کرے گا اور کہے گا کہ لوگ اللہ کی آیتوں کا یقین نہیں کرتے تھے۔ ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو مختار کہتے ہیں لیکن اس قول میں نظر ہے' واللہ اعلم۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ انہیں زخمی کرے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ یہ اور یہ دونوں کرے گا۔ یہ قول بہت اچھا ہے اور دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں' واللہ اعلم۔ وہ احادیث وآثار جو دابۃ الارض کے بارے میں مروی ہیں۔ ان میں سے کچھ ہم یہاں بیان کرتے ہیں واللہ المستعان۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے آئے۔ ہمیں ذکر میں مشغول دیکھ کر فرمانے لگے قیامت قائم نہ ہوگی کہ تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ سورج کا مغرب سے نکلنا' دھواں' دابۃ الارض' یاجوج ماجوج کا نکلنا' عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ظہور اور دجال کا نکلنا' مغرب ومشرق اور جزیرہ عرب میں تین خسف ہونا' اور ایک آگ کا عدن سے نکلنا جو لوگوں کا حشر کرے گی۔ انہی کے ساتھ رات گزارے گی اور انہی کے ساتھ دوپہر کا سونا سوئے گی۔ (مسلم وغیرہ) [1] ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ دابۃ الارض تین مرتبہ نکلے گا دور دراز کے جنگل سے ظاہر ہوگا اور اس کا ذکر شہر یعنی مکہ تک نہ پہنچے گا پھر ایک لمبے زمانے کے بعد دوبارہ ظاہر ہوگا اور لوگوں کی زبانوں پر اس کا قصہ چڑھ جائے گا یہاں تک کہ مکہ میں بھی اس کی شہرت پہنچے گی۔ پھر جب لوگ اللہ کی سب سے زیادہ حرمت وعظمت والی مسجد مسجد حرام میں ہوں گے اسی وقت اچانک دفعتاً دابۃ الارض انہیں وہیں دکھائی دے گا کہ رکن ومقام کے درمیان اپنے سر سے مٹی جھاڑ رہا ہوگا۔ لوگ اسے دیکھ کر ادھر ادھر ہونے لگیں گے یہ مومنوں کی جماعت کے پاس جائے گا اور ان کے منہ کو مثل روشن ستارے کے منور کر دے گا اس سے بھاگ کر نہ کوئی بچ سکتا ہے نہ چھپ سکتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص نماز شروع کر کے اس سے پناہ چاہے گا یہ اس کے پیچھے سے آ کر کہے گا کہ اب نماز کو کھڑا ہوا ہے؟ پھر اس کی پیشانی پر نشان کر دے گا اور چلا جائے گا۔ اس کے ان نشانات کے بعد کافر

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفتن : باب من الآیات التی تکون قبل الساعۃ (۷۲۱۴) ترمذی : کتاب الفتن : باب ما جآء فی الخسف (۲۱۸۳) ابن ماجہ : کتاب الفتن : باب اشراط الساعۃ (۴۰۴۱) ابوداؤد : کتاب الملاحم : باب امارات الساعۃ (۴۳۱۱) مسند احمد (۶/۴)]

مومن کا صاف طور پر امتیاز ہو جائے گا یہاں تک کہ مومن کافر سے کہے گا کہ اے کافر! میرا حق ادا کر۔ اور کافر مومن سے کہے گا اے مومن! میرا حق دے۔ یہ روایت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی مروی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے زمانے میں ہوگا جب کہ آپ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے ہوں گے لیکن اس کی اسناد صحیح نہیں ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ سب سے پہلے جو نشانی ظاہر ہوگی وہ سورج مغرب سے نکلنا اور دابۃ الارض کا ضحیٰ کے وقت آ جانا ہے۔ ان دونوں میں سے جو پہلے ہوگا اس کے بعد ہی دوسرا ہوگا۔ [1] صحیح مسلم شریف میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا چھ چیزوں کی آمد سے پہلے ہی پہلے نیک اعمال کر لو۔ سورج کا مغرب سے نکلنا، دھویں کا آنا، دجال کا آنا، دابۃ الارض کا آنا، تم میں سے ہر ایک کا خاص امر اور عام امر۔ [2] یہ حدیث اور سندوں سے دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ ابوداؤد طیالسی میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں دابۃ الارض کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکڑی ہوگی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی۔ کافروں کی ناک پر لکڑی سے مہر لگائے گا اور مومنوں کے منہ انگوٹھی سے منور کر دے گا یہاں تک کہ ایک دستر خوان پر بیٹھے ہوئے مومن کافر سب ظاہر ہوں گے۔ [3] ایک اور حدیث میں جو مسند احمد میں مروی ہے کہ کافروں کے ناک پر انگوٹھی سے مہر کرے گا اور مومنوں کے چہرے لکڑی سے چمکا دے گا۔ [4] ابن ماجہ میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ لے کر مکہ کے پاس کے ایک جنگل میں گئے۔ میں نے دیکھا کہ ایک خشک زمین ہے جس کے ارد گرد ریت ہے۔ فرمانے لگے یہیں سے دابۃ الارض نکلے گا۔ ابن بریدہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اس کے کئی سال بعد میں حج کیلئے نکلا تو مجھے لکڑی دکھائی دی جو میری اس لکڑی کے برابر تھی۔ [5] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کے چار پیر ہوں گے صفا کی کھڈ سے نکلے گا اس قدر تیزی سے خروج کرے گا جیسے کہ کوئی بہت ہی تیز رفتار گھوڑا ہو لیکن تاہم تین دن میں اس کے جسم کا تیسرا حصہ بھی نہ نکلا ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے جب اس کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا جیاد میں ایک چٹان ہے اس کے نیچے سے نکلے گا میں اگر وہاں ہوتا تو میں تمہیں وہ چٹان دکھا دیتا۔ یہ سیدھا مشرق کی طرف جائے گا اور اس شور سے چلائے گا کہ ہر طرف اس کی آواز پہنچ جائے گی۔ پھر شام کی طرف جائے گا وہاں بھی چیخ لگا کر، پھر یمن کی طرف متوجہ ہوگا یہاں بھی آواز لگا کر شام کے وقت مکہ سے چل کر صبح کو عسفان پہنچ جائے گا۔ لوگوں نے

---

[1] [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب الفتن : باب فی خروج الدجال (۲۹۴۱)]

[2] [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب الفتن (۲۹۴۷ـ ۱۲۸) مسند احمد (۲/۳۳۷)]

[3] [**ضعیف** : مسند طیالسی (۲۵۶٤)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں طلحہ بن عمرو متروک ہے۔ [مجمع الزوائد (۸/۱۵)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [**ضعیف** : مسند احمد (۲/۲۹۵) ابن ماجہ : کتاب الفتن : باب دابۃ الارض (٤۰٦٦) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورۃ النمل (۳۱۸۷)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی]

[5] [**ضعیف** : ابن ماجہ : کتاب الفتن : باب دابۃ الارض (٤۰٦٦)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ] اس میں خالد بن عبید ضعیف ہے۔]

پوچھا پھر کیا ہوگا؟ فرمایا پھر مجھے معلوم نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مزدلفہ کی رات کو نکلے گا۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے ایک کلام کی حکایت ہے کہ سدوم کے نیچے سے یہ نکلے گا۔ اس کے کلام کو سب سنیں گے' حاملہ کے حمل وقت سے پہلے گر جائیں گے' میٹھا پانی کڑوا ہو جائے گا' دوست دشمن بن جائیں گے' حکمت جل جائے گی' علم اٹھ جائے گا' نیچے کی زمین باتیں کرے گی۔ انسان کی وہ تمنائیں ہوں گی جو کبھی پوری نہ ہوں ان چیزوں کی کوشش ہوگی جو کبھی حاصل نہ ہو۔ اس بارے میں کام کریں گے جسے کھائیں گے نہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے اس کے جسم پر سب رنگ ہوں گے۔ اس کے دو سینگوں کے درمیان سوار کیلئے ایک فرسخ کی راہ ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ موٹے نیزے اور بھالے کی طرح کا ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے بال ہوں گے' کھر ہوں گے' داڑھی ہوگی' دم نہ ہوگی' تین دن میں بمشکل ایک تہائی باہر آئے گا حالانکہ تیز گھوڑے کی چال چلتا ہوگا۔ ابوزبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس کا سر بیل کے سر کے مشابہ ہوگا' آنکھیں خنزیر کی آنکھوں کے مشابہ ہوں گی' کان ہاتھی جیسے ہوں گے' سینگ کی جگہ اونٹ کی طرح ہوگی' شتر مرغ جیسی گردن ہوگی' شیر جیسا سینہ ہوگا' چیتے جیسا سینہ ہوگا' بلی جیسی کمر ہوگی' مینڈھے جیسی دم ہوگی۔ اونٹ جیسے پاؤں ہوں گے' ہر دو جوڑ کے درمیان بارہ گز کا فاصلہ ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکڑی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ساتھ ہوگی' ہر مومن کی پیشانی پر اپنے عصائے موسوی سے نشانی کر دے گا جو پھیل جائے گا اور اس کا چہرہ منور ہو جائے گا اور ہر کافر کے چہرے پر خاتم سلیمانی سے نشانی لگا دے گا جو پھیل جائے گا اور اس کا سارا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔ اب تو اس طرح مومن کافر ظاہر ہو جائیں گے کہ خرید و فروخت کے وقت' کھانے پینے کے وقت لوگ ایک دوسروں کو اے مومن اور اے کافر کہہ کر بلائیں گے۔ دابۃ الارض ایک ایک کا نام لے کر ان کو جنت کی خوشخبری یا جہنم کی بدخبری سنائے گا۔ یہی معنی و مطلب اس آیت کا ہے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ
قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِىْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ
عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ
وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾

جس دن ہم ہر امت میں سے ان لوگوں کے گروہ کو جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے گھیر گھار کر لائیں گے پھر وہ سب کے سب الگ کر دیئے جائیں گے ○ جب سب کے سب آ پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نے میری آیتوں کو باوجودیکہ تمہیں ان کا پورا علم نہ تھا کیوں جھٹلایا اور یہ بھی بتلاؤ کہ تم کیا کچھ کرتے رہے؟ ○ بہ سبب اس کے کہ انہوں نے ظلم کیا تھا ان پر بات جم جائے گی اور وہ کچھ بول نہ سکیں گے ○ کیا وہ دیکھ نہیں رہے کہ ہم نے رات کو اس لئے بنایا ہے کہ وہ اس میں آرام حاصل کریں اور دن کو ہم نے دکھلا دینے والا بنایا ہے' یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان و یقین رکھتے ہیں ○

حشر کا میدان: اللہ کی باتوں کو نہ ماننے والوں کا اللہ کے سامنے حشر ہوگا اور وہاں انہیں ڈانٹ ڈپٹ ہوگی تا کہ ان کی ذلت وحقارت ہو۔ ہر قوم میں سے ہر زمانے کے ایسے لوگوں کے گروہ الگ الگ پیش ہوں گے جیسے فرمان ہے ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ﴾ (۱) ظالموں کو اور ان کے جوڑوں کو جمع کرو۔ اور جیسے فرمان ہے ﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾ (۲) جب کہ نفسوں کی جوڑیاں ملائی جائیں گی۔ یہ سب ایک دوسرے کو دھکے دیں گے۔ اول والے آخر والوں کو رد کردیں گے۔ پھر سب کے سب جانوروں کی طرح ہنکا کر اللہ کے سامنے لائے جائیں گے۔ ان کے حاضر ہوتے ہی وہ منتقم حقیقی نہایت غصہ سے ان سے باز پرس کرے گا۔ یہ نیکیوں سے خالی ہاتھ ہوں گے جیسے فرمایا ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾ (۳) یعنی نہ انہوں نے سچائی کی تھی، نہ نمازیں پڑھی تھیں بلکہ جھٹلایا تھا اور منہ موڑ اتھا۔ پس ان پر حجت ثابت ہوجائے گی اور کوئی عذر نہ کر سکیں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ﴾ (۴) یہ وہ دن ہے کہ بول نہ سکیں گے اور نہ کوئی معقول عذر پیش کر سکیں گے اور نہ غیر معقول معذرت کی اجازت پائیں گے۔ پس ان کے ذمہ بات ثابت ہوجائے گی۔ ششدر وحیران رہ جائیں گے اپنے ظلم کا بدلہ خوب پائیں گے۔ دنیا میں ظالم تھے اب جس کے سامنے کھڑے ہوں گے وہ عالم الغیب ہے کوئی بات بنائے نہ بنے گی۔ پھر اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتا ہے اور اپنی بلندیٔ شان بتاتا ہے اور اپنی عظیم الشان سلطنت دکھاتا ہے جو کھلی دلیل ہے۔ اس کی اطاعت کی فرضیت پر اور اس کے حکموں کے بجالانے اور اس کے منع کردہ کاموں سے رکے رہنے کی ضرورت پر۔ اور اس کے نبیوں کو سچا ماننے کی اصلیت پر۔ کہ اس نے رات کو پرسکون بنایا تا کہ تم اس میں آرام حاصل کرلو اور دن بھر کی تھکان دور کرلو اور دن کو روشن بنایا تا کہ تم اپنی معاش کی تلاش کرلو، سفر تجارت، کاروبار بآسانی کرسکو۔ یہ تمام چیزیں ایک مومن کے لئے تو کافی سے زیادہ دلیل ہیں۔

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ۝ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ۝ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ۝ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

جس دن صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب آسمانوں والے اور زمین والے گھبرا گھبرا اٹھیں گے مگر جسے اللہ چاہے، اور سارے کے سارے عاجز و پست ہو کر اس کے سامنے حاضر ہوں گے ۝ تو پہاڑوں کو اپنی جگہ جمے ہوئے خیال کر رہا ہے لیکن وہ بھی بادل کی طرح اڑتے پھریں گے یہ ہے صنعت اللہ کی جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے، جو کچھ تم کرتے ہو اس سے وہ باخبر ہے ۝ جو

---

(۱) [سورة الصافات: آیت ۲۲] (۲) [سورة التكوير: آیت ۷]

(۳) [سورة القيامة: آیت ۳۱-۳۲] (۴) [سورة المرسلات: آیت ۳۵-۳۶]

شخص نیک عمل لائے گا اسے اس سے بہتر بدلہ ملے گا' اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے ○ اور جو برائی لے کر آئیں گے وہ اندھے منہ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے' صرف وہی بدلہ دیئے جاؤ گے جو کچھ کرتے رہے ○

صور پھونکنے کے بعد: اللہ تعالیٰ قیامت کی گھبراہٹ اور بے چینی کو بیان فرما رہا ہے۔ صور میں حضرت اسرافیل علیہ السلام بحکم الٰہی پھونک ماریں گے۔ اس وقت زمین پر بدترین لوگ ہوں گے۔ دیر تک نفخہ پھونکتے رہیں گے جس سے سب پریشان حال ہو جائیں گے سوائے شہیدوں کے جو اللہ کے ہاں زندہ ہیں اور روزیاں دیئے جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ایک دن کسی شخص نے دریافت کیا کہ یہ آپ کیا فرمایا کرتے ہیں کہ اتنے اتنے وقت تک قیامت آجائے گی؟ آپ نے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ یا اور کوئی ایسا کلمہ بطور تعجب کہا اور فرمانے لگے سنو! اب تو جی چاہتا ہے کہ کسی سے کوئی حدیث بیان ہی نہ کروں میں نے یہ کہا تھا کہ عنقریب تم بڑی اہم باتیں دیکھو گے۔ بیت اللہ خراب ہو جائے گا اور یہ ہوگا وہ ہوگا۔ وغیرہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ دجال میری امت میں چالیس ٹھہرے گا۔ میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نازل فرمائے گا۔ وہ صورت شکل میں بالکل حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے ہوں گے آپ اسے ڈھونڈھ نکالیں گے اور اسے ہلاک کر دیں گے۔ پھر سات سال ایسے گزریں گے کہ دنیا بھر میں دو شخص ایسے نہ ہوں گے جن میں آپس میں بغض وعداوت ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے بھینی بھینی ٹھنڈی ہوا چلائے گا جس سے ہر مومن فوت ہو جائے گا۔ ایک ذرے کے برابر بھی جس کے دل میں خیر یا ایمان ہوگا اس کی روح بھی قبض ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کسی پہاڑ کی کھوہ میں گھس گیا ہوگا تو یہ ہوا وہیں جا کر اسے فنا کر دے گی۔ اب زمین پر صرف بدلوگ رہ جائیں گے جو پرندوں جیسے ہلکے اور چوپائیوں جیسے بے عقل ہوں گے۔ ان میں سے بھلائی برائی کی تمیز اٹھ جائے گی ان کے پاس شیطان پہنچے گا اور کہے گا تم شرماتے نہیں؟ کہ ان بتوں کی پرستش چھوڑے بیٹھے ہو؟ یہ بت پرستی شروع کر دیں گے۔ اللہ انہیں روزیاں پہنچاتا رہے گا اور خوش وخرم رکھے گا۔ یہ اسی مستی میں ہونگے جو صور پھونکنے کا حکم مل جائے گا۔ جس کے کان میں آواز پڑی وہیں دائیں بائیں لوٹنے لگا سب سے پہلے اسے وہ شخص سنے گا جو اپنے اونٹوں کیلئے حوض ٹھیک ٹھاک کر رہا ہوگا سنتے ہی بے ہوش ہو جائے گا اور سب لوگ بے ہوش ہونا شروع ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ مثل شبنم کے بارش برسائے گا جس سے لوگوں کے جسم اگنے لگیں گے۔ پھر دوبارہ نفخہ پھونکا جائے گا جس سے سب اٹھ کھڑے ہوں گے۔ وہیں آواز لگے گی کہ لوگو! اپنے رب کے پاس چلو۔ وہاں ٹھہرو تم سے سوال وجواب ہوگا پھر فرمایا جائے گا کہ آگ کا حصہ نکالو۔ پوچھا جائے گا کتنوں میں سے کتنے؟ تو فرمایا جائے گا کہ ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے۔ یہ ہوگا وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ یہ ہوگا وہ دن جب پنڈلی (تجلی رب) کی زیارت کرائی جائے گی۔ [1] پہلا نفخہ تو گھبراہٹ کا نفخہ ہوگا'

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الفتن: باب خروج الدجال مکثه فی الارض (۲۹۴۰۔ ۱۱۶) مسنداحمد (۱۶۶/۲) نسائی فی السنن الکبری (۱۱۶۲۹)]

دوسرا بیہوشی اور موت کا تیسرا دوبارہ جی کر رب العالمین کے دربار میں پیش ہونے کا۔ ﴿اٰتَوْهُ﴾ کی قراءت الف کی مد کے ساتھ بھی مروی ہے۔ ہر ایک ذلیل وخوار ہو کر پست ولاچار ہو کر بےبس اور مجبور ہو کر ماتحت اور محکوم ہو کر اللہ کے سامنے حاضر ہوگا۔ ایک سے بھی نہ بن پڑے گی کہ اس کی حکم عدولی کرے۔ جیسے فرمان ہے ﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ﴾ [1] جس دن اللہ تعالیٰ تمہیں بلائے گا اور تم اس کی حمد بیان کرتے ہوئے اس کی فرمانبرداری کرو گے۔ اور آیت میں ہے کہ پھر جب وہ تمہیں زمین میں سے بلائے گا تو تم سب نکل کھڑے ہو گے۔ [2] صور کی حدیث میں ہے کہ تمام روحیں صور کے سوراخ میں رکھی جائیں گی اور جب جسم قبروں سے اٹھ رہے ہوں گے۔ صور پھونک دیا جائے گا، روحیں اڑنے لگیں گی، مومنوں کی روحیں نورانی ہوں گی، کافروں کی روحیں اندھیرے اور ظلمت والی ہوں گی۔ رب العالمین خالق کل فرمادے گا کہ میرے جلال کی میری عزت کی قسم ہے ہر روح اپنے بدن میں چلی جائے۔ جس طرح زہر رگ وپے میں سرایت کرتا ہے اس طرح روحیں اپنے جسموں میں پھیل جائیں گی اور لوگ اپنی اپنی جگہ سے سر جھاڑتے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ جیسے فرمایا کہ اس دن قبروں سے اس طرح جلدی نکلیں گے جس طرح اپنی عبادت گاہ کی طرف دوڑے بھاگے جاتے تھے۔ یہ بلند پہاڑ جنہیں تم گڑھا ہوا اور جما ہوا دیکھ رہے ہو، یہ اس دن اڑتے بادلوں کی طرح ادھر ادھر پھیلے ہوئے اور ٹکڑے ٹکڑے ہوئے دکھائی دیں گے۔ ریزہ ریزہ ہو کر یہ چلنے پھرنے لگیں گے اور آخر ریزہ ریزہ ہو کر بےنام ونشان ہو جائیں گے زمین صاف ہتھیلی جیسی بغیر کسی اونچ نیچ کے ہو جائے گی۔ یہ ہے صفت اس صناع کی جس کی ہر صنعت حکمت والی، مضبوط، پختہ اور اعلیٰ ہوتی ہے۔ جس کی اعلیٰ تر قدرت انسانی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ بندوں کے تمام اعمال خیر وشر سے وہ واقف ہے، ہر ایک فعل کی سزا وجزا وہ ضرور دے گا۔ اس اختصار کے بعد تفصیل بیان فرمائی کہ نیکی، اخلاص توحید لے کر جو آئے گا وہ ایک کے بدلے دس پائے گا۔ اور اس دن کی گھبراہٹ سے نڈر رہے گا اور لوگ گھبراہٹ میں، عذاب میں ہوں گے۔ یہ امن میں ثواب میں ہوگا۔ بلند وبالا بالا خانوں میں راحت واطمینان سے ہوگا۔ اور جس کی برائیاں ہی برائیاں ہوں یا جس کی برائیاں بھلائیوں سے زیادہ ہوں اسے ان کا بدلہ ملے گا۔ اپنی اپنی کرنی اپنی اپنی بھرنی۔ اکثر مفسرین سے مروی ہے کہ برائی سے مراد شرک ہے۔

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ
اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ
وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ
فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع

مجھے تو بس یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے پروردگار کی عبادت کرتا رہوں جس نے اسے حرمت والا بنایا ہے جس کی

---

[1] [سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۵۲] [2] [سورۃ الروم: آیت ۲۵]

ملکیت ہر چیز پر ہے اور مجھے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں ہو جاؤں ○ اور میں قرآن کی تلاوت کرتا رہوں جو راہ راست پر آ جائے وہ اپنے نفع کیلئے راہ راست پر آئے گا اور جو بہک جائے تو تو کہہ دے کہ میں تو صرف ہوشیار کرنے والوں میں سے ہوں ○ کہہ دے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں وہ عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا جنہیں تم خود پہچان لو گے جو کچھ تم کرتے ہو اس سے تیرا رب غافل نہیں ○

پیغمبر ﷺ بھی رب کی فرمانبرداری کے مامور: اللہ تعالیٰ اپنے نبی محترم ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ لوگوں میں اعلان کر دیں کہ میں اس شہر مکہ کے رب کی عبادت کا اور اس کی فرمانبرداری کا مامور ہوں۔ جیسے ارشاد ہے کہ اے لوگو! اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے تو ہوا کرے میں تو جن کی تم عبادت کر رہے ہو ان کی عبادت ہرگز نہیں کروں گا۔ میں اسی اللہ کا عابد ہوں جو تمہاری موت زندگی کا مالک ہے۔ [1] یہاں مکہ شریف کی طرف ربوبیت کی اضافت صرف بزرگی اور شرافت کے اظہار کیلئے ہے۔ جیسے فرمایا ﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ﴾ [2] الخ' انہیں چاہئے کہ اس شہر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں اوروں کی بھوک کے وقت آسودہ اور اوروں کے خوف کے وقت بے خوف کر رکھا ہے۔ یہاں فرمایا کہ اس شہر کو حرمت وعزت والا اس نے بنایا ہے۔

جیسے بخاری ومسلم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ والے دن فرمایا کہ یہ شہر اسی وقت سے باحرمت ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے۔ یہ اللہ کی حرمت دینے سے حرمت والا ہی رہے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے نہ اس کے کانٹے کاٹے جائیں' نہ اس کا شکار خوف زدہ کیا جائے' نہ اس میں گری پڑی چیز کسی کی اٹھائی جائے ہاں جو پہچان کر مالک کو پہنچانا چاہے اس کیلئے جائز ہے۔ اس کی گھاس بھی نہ کاٹی جائے۔ [3] یہ حدیث بھی بہت سی سندوں سے بہت سی کتابوں میں مروی ہے جیسے کہ احکام کی کتابوں میں تفصیل موجود ہے' وللہ الحمد۔ پھر اس خاص چیز کی ملکیت ثابت کر کے اپنی عام ملکیت کا ذکر فرماتا ہے کہ ہر چیز کا رب اور مالک وہی ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی مالک نہ کوئی معبود۔ اور مجھے یہ حکم بھی ملا ہے کہ میں موحد' مخلص' مطیع اور فرمانبردار ہو کر رہوں۔ اور مجھے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ میں لوگوں کو اللہ کا کلام پڑھ کر سناؤں۔ جیسے فرمان ہے کہ ہم یہ آیتیں اور یہ حکمت والا ذکر تیرے سامنے تلاوت کرتے ہیں۔ [4]

اور آیت میں ہے ہم تجھے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا صحیح واقعہ سناتے ہیں۔ [5] مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کا مبلغ ہوں' میں تمہیں جگا رہا ہوں' تمہیں ڈرا رہا ہوں۔ اگر میری مان کر راہ راست پر آ ؤ گے تو اپنا ہی بھلا کرو گے اور اگر

---

[1] [سورة یونس: آیت ١٠٤]　[2] [سورة قریش: آیت ٣-٤]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب الاذخر والحشیش فی القبر (١٣٤٩) و کتاب جزاء الصید (١٨٣٤) صحیح مسلم: کتاب الحج: باب تحریم مکة و صیدها و خلاها و شجرها و لقطتها (٣٢٨٩) ابو داؤد: کتاب المناسك: باب تحریم مکة (٢٠١٨) نسائی: کتاب المناسك: باب حرمة مکة (٢٨٧٤) ترمذی: کتاب السیر: باب ما جاء فی الهجرة (١٥٩٠) مسند احمد (٢٠٣/١)]

[4] [سورة آل عمران: آیت ٥٨]　[5] [سورة القصص: آیت ٣]

میری نہ مانی تو میں اپنے تبلیغ کے فرض کو ادا کر کے سبکدوش ہو گیا ہوں۔ اگلے رسولوں علیہم السلام نے بھی یہی کیا تھا اللہ کا کلام پہنچا کر اپنا دامن پاک کر لیا۔ جیسے فرمان ہے تجھ پر صرف پہنچا دینا ہے' حساب ہمارے ذمہ ہے۔[1] اور فرمایا تو صرف ڈرا دینے والا ہے اور ہر چیز پر وکیل اللہ ہی ہے۔[2] اللہ کیلئے تعریف ہے جو بندوں کی بے خبری میں انہیں عذاب نہیں کرتا بلکہ پہلے اپنا پیغام پہنچاتا ہے' اپنی حجت تمام کرتا ہے' بھلا برا سمجھا دیتا ہے۔ ہم تمہیں ایسی آیتیں دکھائیں گے کہ تم خود قائل ہو جاؤ گے۔

جیسے فرمایا ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا﴾[3] الخ' یعنی ہم انہیں خود ان کے نفسوں میں اور ان کے اردگرد ایسی نشانیاں دکھائیں گے کہ جن سے ان پر حق ظاہر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کرتوت سے غافل نہیں بلکہ اس کا علم ہر چھوٹی بڑی چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے دیکھو لوگو! اللہ کو کسی چیز سے اپنے کسی عمل سے غافل نہ جاننا۔ وہ ایک ایک مچھر سے' ایک ایک پتنگے سے اور ایک ایک ذرے سے باخبر ہے۔

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اگر وہ غافل ہوتا تو انسان کے قدموں کے نشان سے جنہیں ہوا مٹا دیتی ہے غفلت کر جاتا لیکن وہ ان نشانات کا بھی حافظ اور عالم ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اکثر ان دو شعروں کو پڑھتے رہا کرتے تھے جو یا تو آپ رحمہ اللہ کے ہیں یا کسی اور کے۔

إِذَا مَا خَلَوْتَ الدَّهْرَ يَوْماً فَلاَ تَقُلْ ... خَلَوْتُ وَلَكِنْ قُلْ عَلَيَّ رَقِيْبُ

یعنی جب تو کسی وقت بھی خلوت اور تنہائی میں ہو تو اپنے آپ کو تنہا اور اکیلا نہ سمجھنا بلکہ اپنے اللہ کو وہاں حاضر و ناظر جاننا وہ ایک ساعت بھی کسی سے غافل نہیں نہ کوئی مخفی اور پوشیدہ چیز اس کے علم سے باہر ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے سورۂ نمل کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ القصص

مسند احمد میں حضرت معدیکرب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ہم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے درخواست کی کہ وہ ہمیں سورۂ طسم سو آیتوں والی پڑھ کر سنائیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یاد نہیں' تم حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے جا کر سنو جنہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہے۔ چنانچہ ہم آپ کے پاس گئے اور آپ نے ہمیں یہ مبارک سورت پڑھ کر سنائی'[4] رضی اللہ عنہ وارضاہ

---

[1] [سورة الرعد: آیت ٤٠]

[2] [سورة هود: آیت ١٢]

[3] [سورة فصلت: آیت ٥٣]

[4] [ضعیف: مسند احمد (٤١٩/١) التاريخ الكبير للبخاری (٤١/٨) تفسير ابن ابی حاتم (٣٧٨/٨) طبرانی کبیر (٣٦١٤) مجمع الزوائد (٨٤/٧)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٣٩٨٠)]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ
لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ③ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ
طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ④ وَنُرِيْدُ اَنْ
نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ⑤ وَنُمَكِّنَ
لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ⑥

اللہ کے نام سے شروع جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی ○ ہم تیرے سامنے موسیٰ اور فرعون کا صحیح واقعہ بیان فرماتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں ○ یقیناً فرعون نے زمین میں سرکشی کر رکھی تھی اور وہاں کے لوگوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا اور ان کے ایک فرقے کو کمزور کر رکھا تھا ان کے لڑکوں کو تو ذبح کر ڈالتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا' بے شک وشبہ وہ تھا ہی مفسدوں میں سے ○ پھر ہماری چاہت ہوئی کہ ہم ان پر کرم فرمائیں جنہیں زمین میں بے حد کمزور کر دیا گیا تھا اور ہم نے انہیں پیشوا بنانے اور ان کے وارث بنانے کا ارادہ کر لیا ○ اور یہ بھی کہ ہم انہیں زمین میں قدرت واختیار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ دکھا دیں جس سے وہ ڈر رہے تھے ○

حروف مقطعہ کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ یہ آیتیں ہیں واضح جلی روشن صاف اور کھلے قرآن کی۔ تمام کاموں کی اصلیت سب گزشتہ اور آئندہ کی خبریں اس میں ہیں اور سب سچی اور کھلی۔ ہم تیرے سامنے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا سچا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ہم تیرے سامنے بہترین واقعہ بیان کرتے ہیں۔ [1] اس طرح کہ گویا تو اس کے ہونے کے وقت وہیں موجود تھا۔ فرعون ایک متکبر، سرکش اور بد دماغ انسان تھا۔ اس نے لوگوں پر بری طرح قبضہ جما رکھا تھا اور انہیں آپس میں لڑوا لڑوا کر ان میں پھوٹ اور اختلاف دلوا کر انہیں کمزور کر کے خود ان پر جبر وتعدّی کے ساتھ سلطنت کر رہا تھا۔ خصوصاً بنی اسرائیل کو تو اس ظالم نے نیست ونابود کر دینے کا ارادہ کر لیا تھا حالانکہ مذہبی اعتبار سے اس وقت یہ سب میں اچھے تھے۔ اس نے انہیں بری طرح ذلیل کر رکھا تھا تمام کمینے کام ان سے لیا کرتا تھا اور دن رات یہ بے چارے بیکار میں گھسیٹے جاتے تھے۔ اس پر بھی اس کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوتا تھا یہ ان کی نرینہ اولاد کو قتل کروا ڈالتا تھا تا کہ یہ افرادی قوت سے محروم رہیں' قوت والے نہ ہو جائیں اور اس لئے بھی کہ یہ ذلیل وخوار رہیں اور اس لئے بھی کہ اسے ڈر تھا کہ ان میں سے ایک بچے کے ہاتھوں میری سلطنت تباہ ہونے والی ہے۔ بات یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مصر کی حکومت میں سے مع اپنی بیوی صاحبہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے جا رہے تھے اور یہاں کے سرکش بادشاہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو لونڈی بنانے کیلئے آپ سے چھین لیا تھا جنہیں اللہ

---

[1] [سورۃ یوسف : آیت ۳]

نے اس کافر سے محفوظ رکھا اور اسے آپ پر دست درازی کرنے کی قدرت ہی حاصل نہ ہوئی تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور پیش گوئی فرمایا تھا کہ تیری اولاد میں سے ایک لڑکے کے ہاتھوں ملک مصر اس قوم سے جاتا رہے گا اور ان کا بادشاہ اس کے سامنے ذلت کے ساتھ ہلاک ہوگا۔ چونکہ بنی اسرائیل میں یہ روایت چلی آرہی تھی اور ان کے درس میں ذکر ہوتا رہتا تھا جسے قبطی بھی سنتے تھے جو فرعون کی قوم کے تھے' انہوں نے دربار میں مخبری کی۔ جب سے فرعون نے یہ ظالمانہ اور سفاکانہ قانون بنادیا کہ بنواسرائیل کے بچے قتل کر دیئے جائیں اور ان کی بچیاں چھوڑ دی جائیں۔ لیکن رب کو جو منظور ہوتا ہے وہ اپنے وقت پر ہو کر ہی رہتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ رہ گئے اور اللہ نے آپ کے ہاتھوں اس عاری سرکش کو ذلیل وخوار کیا' فالحمدللہ' چنانچہ فرمان ہے کہ ہم نے ان ضعیفوں اور کمزوروں پر رحم کرنا چاہا۔ ظاہر ہے کہ اللہ کی چاہت کا پورا ہونا یقینی ہے۔ جیسے فرمایا ﴿ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ ﴾ [1] الخ، آپ نے اس گری پڑی قوم کو ان کی تمام چیزوں کا مالک بنادیا۔ فرعون نے اپنی تمام تر طاقت کا مظاہرہ کیا لیکن اسے اللہ کی طاقت کا اندازہ ہی نہ تھا۔ آخر اللہ کا ارادہ غالب رہا اور جس ایک بچے کی خاطر ہزاروں بے گناہ بچوں کا خون ناحق بہایا تھا۔ اس بچے کو قدرت نے اسی کی گود میں پلوایا' پروان چڑھایا اور اسی کے ہاتھوں اس کا' اس کے لشکر کا اور اس کے ملک ومال کا خاتمہ کرایا تاکہ وہ جان لے اور مان لے کہ وہ اللہ کا ایک ذلیل' مسکین' بے دست و پا غلام تھا۔ اور رب کی چاہت پر کسی کی چاہت غالب نہیں رہ سکتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اللہ نے مصر کی سلطنت دی اور فرعون جس سے خائف تھا وہ سامنے آ گیا اور تباہ و برباد ہوا۔ فالحمدللہ

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ
وَلَا تَحْزَنِیْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۞ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ
لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِیْنَ ۞ وَقَالَتِ
امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓی اَنْ یَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا
وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۞

ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ اسے دودھ پلاتی رہ اور جب تجھے اس کی نسبت کوئی خوف معلوم ہو تو اسے دریا میں بہا دینا اور کوئی ڈر خوف یا رنج غم نہ کرنا ہم یقیناً اسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور اسے اپنے پیغمبروں میں بنانے والے ہیں ○ آخر فرعون کے لوگوں نے اس بچے کو اٹھا لیا کہ آخرکار یہی بچہ ان کا دشمن ہو' اور ان کے رنج کا باعث بنے' کچھ شک نہیں کہ فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر تھے ہی خطا کار ○ فرعون کی بیوی نے کہا یہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو بہت ممکن ہے کہ یہ ہمیں کوئی فائدہ پہنچائے' یا ہم اسے اپنا ہی بیٹا بنالیں یہ لوگ کچھ شعور ہی نہ رکھتے تھے ○

---

[1] [سورۃ الاعراف : آیت ۱۳۷]

بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی: مروی ہے کہ جب بنی اسرئیل کے ہزار ہا بچے قتل ہو چکے تو قبطیوں کو اندیشہ ہوا کہ اگر بنی اسرائیل ختم ہو گئے تو جتنے ذلیل کام اور بے ہودہ خدمتیں حکومت ان سے لے رہی ہے کہیں ہم سے نہ لینے لگیں۔ تو دربار میں میٹنگ ہوئی اور یہ رائے قرار پائی کہ ایک سال مار ڈالیں جائیں اور دوسرے سال قتل نہ کئے جائیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام اس سال تولد ہوئے جس سال بچوں کو قتل نہ کیا جاتا تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے جس سال بنی اسرائیل کے لڑکے عام طور پر تہہ تیغ ہو رہے تھے۔ عورتیں گشت کرتی رہتی تھیں اور حاملہ عورتوں کا خیال رکھتی تھیں ان کے نام لکھ لئے جاتے تھے۔ وضع حمل کے وقت یہ عورتیں پہنچ جاتی تھیں اگر لڑکی ہوئی ہے تو واپس چلی جاتیں تھیں اور اگر لڑکا ہوتا تو فوراً جلاّدوں کو خبر کر دیتی تھیں۔ یہ لوگ تیز چھرے لئے ہوئے اسی وقت آ جاتے تھے اور ماں باپ کے سامنے ان کے بچوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے چلے جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو جب آپ علیہ السلام کا حمل ٹھہرا تو عام حمل کی طرح وہ ظاہر نہ ہوا اور جو عورتیں اس تحقیق پر مامور تھیں اور جتنی دائیاں آتی تھیں کسی کو حمل کا پتہ ہی نہ چلا۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تولد بھی ہو گئے آپ کی والدہ کو اب سخت دہشت ہونے لگی اور ہر وقت خوفزدہ رہنے لگیں اور اپنے اس بچے سے محبت بھی اتنی تھی کہ کسی ماں کو اپنے بچے سے اتنی نہ ہوئی ہو گی۔ ایک ماں پر ہی کیا موقوف ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چہرہ ایسا ہی بنایا تھا کہ جس کی ان پر نظر پڑ جاتی تھی اس کے دل میں ان کی محبت بیٹھ جاتی تھی۔ جیسے جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي﴾ [1] میں نے اپنی خصوصی محبت سے تمہیں نوازا۔ پس جب کہ والدہ موسیٰ علیہ السلام ہر وقت کبیدہ خاطر، خوفزدہ اور رنجیدہ رہنے لگیں تو اللہ نے ان کے دل میں خیال ڈالا کہ اسے دودھ پلاتی رہ اور خوف کے موقعہ پر انہیں دریائے نیل میں بہا دے جس کے کنارے پر ہی آپ کا مکان تھا چنانچہ یہی کیا کہ ایک پیٹی کی وضع کا صندوق بنا لیا اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رکھ دیا۔ دودھ پلا دیا کرتیں اور اس میں سلا دیتیں۔ جہاں کوئی ایسا ڈراؤنا واقعہ آیا اس صندوق کو دریا میں بہا دیتیں اور ایک ڈوری سے اسے باندھ رکھا تھا خوف کے ٹل جانے کے بعد اسے کھینچ لیتیں۔ ایک مرتبہ ایک ایسا شخص گھر میں آنے لگا جس سے آپ کی والدہ صاحبہ کو بہت دہشت ہوئی دوڑ کر بچے کو صندوق میں لٹا کر دریا میں بہا دیا اور جلدی گھبراہٹ میں ڈوری باندھنی بھول گئیں صندوق پانی کی موجوں کے ساتھ زور سے بہنے لگا اور فرعون کے محل کے پاس سے گزرا تو لونڈیوں نے اسے اٹھا لیا اور فرعون کی بیوی کے پاس لے گئیں راستے میں انہوں نے اسے ڈر کے مارے کھولا نہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی تہمت ان پر لگ جائے جب فرعون کی بیوی کے پاس اسے کھولا گیا تو دیکھا کہ اس میں ایک نہایت خوبصورت نورانی چہرے والا صحیح سالم بچہ لیٹا ہوا ہے جسے دیکھتے ہی ان کا دل مہر و محبت سے بھر گیا اور اس بچے کی پیاری شکل دل میں گھر کر گئی۔ اس میں بھی رب کی مصلحت تھی کہ فرعون کی بیوی کو راہ راست دکھائے اور فرعون کے سامنے اس کا ڈر لائے اور اسے اور اس کے غرور کو ڈھائے، تو فرماتا ہے کہ آل فرعون نے اس صندوقچہ کو اٹھا لیا

---

[1] [سورۃ طٰہٰ : آیت ۳۹]

اور انجام کار وہ ان کی دشمنی اور ان کے رنج وملال کا باعث ہوا۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں ﴿لِيَكُوْنَ﴾ کا لام لام عاقبت ہے لام تعلیل نہیں۔ اس لئے کہ ان کا ارادہ یہ نہ تھا بظاہر یہ ٹھیک بھی معلوم ہوتا ہے لیکن معنی کو دیکھتے ہوئے لام کو لام تعلیل سمجھنے میں بھی کوئی حرج نظر نہیں آتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صندوقچے کا اٹھانے والا اس لئے ہی بنایا تھا کہ اللہ اسے ان کے لئے دشمن بنادے اور ان کے رنج وغم کا باعث بنائے بلکہ اس میں ایک لطف یہ بھی ہے کہ جس سے وہ بچنا چاہتے تھے وہ ان کے سر چڑھ گیا۔ اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا گیا کہ فرعون ہامان اور اس کے ساتھی خطا کار تھے۔ روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے قدریہ کو جو لوگ کہ تقدیر کے منکر ہیں' ایک خط میں لکھا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سابق علم میں فرعون کے دشمن اور اس کے لئے باعث رنج وغم تھے۔ جیسے قرآن کی اس آیت سے ثابت ہے لیکن تم کہتے ہو کہ اگر فرعون چاہتا تو موسیٰ علیہ السلام اس کے مددگار اور دوست ہوتے۔ پھر فرماتا ہے کہ اس بچے کو دیکھتے ہی فرعون بدکا کہ ایسا نہ ہو کسی اسرائیلی عورت نے اسے پھینک دیا ہو اور کہیں یہ وہی نہ ہو جس کے قتل کرنے کے لئے ہزاروں بچوں کو فنا کر چکا ہوں۔ یہ سوچ کر اس نے انہیں بھی قتل کرنا چاہا لیکن اس کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے ان کی سفارش کی۔ فرعون کو اس ارادے سے روکا اور کہا اسے قتل نہ کیجئے بہت ممکن ہے کہ یہ آپ کی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہو مگر فرعون نے جواب دیا کہ تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو لیکن مجھے تو آنکھوں کی ٹھنڈک کی ضرورت نہیں۔ اللہ کی شان دیکھئے یہی ہوا۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو اللہ نے اپنا دین نصیب فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے انہوں نے ہدایت پائی اور اس متکبر کو اللہ نے اپنے نبی کے ہاتھوں ہلاک کیا۔ نسائی وغیرہ کے حوالے سے سورۂ طٰہٰ کی تفسیر میں حدیث فتون میں یہ پورا قصہ بیان ہو چکا ہے۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں شاید یہ ہمیں نفع پہنچائے۔ ان کی امید اللہ نے پوری کی دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور آخرت میں جنت میں جانے کا۔ اور کہتی ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اسے اپنا بچہ بنالیں۔ انہیں کوئی اولاد نہ تھی تو چاہا کہ حضرت موسیٰ کو متبنیٰ بنالیں۔ ان میں سے کسی کو شعور نہ تھا کہ قدرت کس طرح پوشیدہ پوشیدہ اپنا ارادہ پورا کر رہی ہے۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۭ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰي قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑩ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۡ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑪ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓي اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ⑫ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑬ ع

الربع

موسیٰ کی والدہ کا دل بے قرار ہو گیا' قریب تھیں کہ اس واقعہ کو بالکل ظاہر کر دیتیں اگر ہم ان کے دل کو ڈھارس نہ دیتے یہ اس لئے کہ وہ یقین کرنے والوں میں رہے ○ موسیٰ کی والدہ نے ان کی بہن سے کہا کہ تو اس کے پیچھے پیچھے جا تو وہ اسے

دور ہی دور سے دیکھتی رہی اور فرعونیوں کو اس کا علم بھی نہ ہوا○ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی ہم نے موسیٰ پر دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا یہ کہنے لگیں کہ کیا میں تمہیں ایسا گھرانہ بتاؤں جو اس بچہ کی تمہارے لئے پرورش کرے اور ہوں بھی وہ اس بچے کے خیر خواہ○ پس ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف واپس پہنچایا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور آزردہ خاطر نہ ہو اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے○

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں: موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جب آپ کو صندوقچہ میں ڈال کر فرعونیوں کے خوف کی وجہ سے دریا میں بہا دیا تو بہت پریشان ہوئیں اور سوائے اللہ کے سچے رسول اور اپنے لخت جگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آپ کو کسی اور چیز کا خیال ہی نہ رہا' صبر وسکون جاتا رہا' دل میں بجز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یاد کے اور کوئی خیال ہی نہیں آتا تھا۔ اگر اللہ کی طرف سے ان کی دلجمعی نہ کردی جاتی تو وہ بے صبری میں راز فاش کر دیتیں لوگوں سے کہہ دیتیں کہ اس طرح میرا بچہ ضائع ہو گیا۔ لیکن اللہ نے ان کا دل ٹھہرا دیا ڈھارس اور تسکین دے دی اور انہیں یقین کامل کرا دیا کہ تیرا بچہ تجھے ضرور مل جائے گا۔ والدہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بڑی بچی سے جو ذرا سمجھ دار تھیں فرمادیا کہ بیٹی تم اس صندوق پر نظریں جما کر کنارے کنارے چلی جاؤ یہ دیکھو کیا انجام ہوتا ہے؟ مجھے بھی خبر کرنا تو یہ دور سے اسے دیکھتی ہوئی چلیں لیکن انجان پن سے کہ کوئی اور نہ سمجھ سکے کہ یہ اسکا خیال رکھتی ہوئی اس کے ساتھ ساتھ جارہی ہے۔ فرعون کے محل تک پہنچتے ہوئے اور وہاں سے اس کی لونڈیوں کو اٹھاتے ہوئے تو آپ کی ہمشیرہ نے دیکھا پھر وہیں باہر کھڑی رہ گئیں کہ شاید کچھ معلوم ہو سکے کہ اندر کیا ہو رہا ہے؟۔ وہاں یہ ہوا کہ جب حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے فرعون کو اس کے خونی ارادے سے باز رکھا اور بچے کو اپنی پرورش میں لے لیا تو شاہی محل میں جتنی دایہ تھیں سب کو بچہ دیا گیا ہر ایک نے بشری محبت و پیار سے انہیں دودھ پلانا چاہا لیکن بحکم الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کے دودھ کا ایک گھونٹ بھی نہ پیا۔ آخر اپنی لونڈیوں کے ہاتھ باہر بھیجا کہ باہر کسی دایہ کو تلاش کرو اور جس کا دودھ یہ پیئے اسے لے آؤ۔ چونکہ رب العالمین کو یہ منظور نہ تھا کہ وہ اپنی والدہ کے سوا اور کسی کا دودھ پیئے اور اس میں سب سے بڑی مصلحت یہ تھی کہ اس بہانے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی ماں تک پہنچ جائیں۔ لونڈیاں جب آپ کو لے کر باہر نکلیں تو آپ کی بہن صاحبہ نے پہچان لیا لیکن ان پر ظاہر نہ کیا اور نہ انہیں خود کوئی پتہ چل سکا آپ کی والدہ گو پہلے تو بہت پریشان تھیں لیکن اس کے بعد اللہ نے انہیں صبر وسکون دے دیا تھا اور وہ خاموش اور مطمئن تھیں۔ بہن نے انہیں کہا تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟ انہوں نے کہا یہ بچہ کسی دائی کا دودھ نہیں پیتا ہم اس کے لئے کسی اور دایہ کی تلاش میں ہیں۔ یہ سن کر ہمشیرہ کلیم اللہ نے فرمایا اگر تم کہو تو میں ایک دائی کا پتہ دوں؟ ممکن ہے یہ بچہ ان کا دودھ پی لے۔ وہ اسے پرورش کریں اور اس کی خیر خواہی کریں۔ یہ سن کر انہیں کچھ شک گزرا کہ یہ لڑکی اس لڑکے کی اصلیت سے اور اس کے ماں باپ سے واقف ہے اسے گرفتار کر لیا اور اس سے پوچھا کہ تجھے کیا معلوم کہ وہ عورت اس کی کفالت اور خیر خواہی کرے گی؟ اس نے فوراً جواب دیا سبحان اللہ۔ کون نہ چاہے گا

کہ شاہی دربار میں اس کی عزت ہو۔ انعام واکرام کی خاطر کون اس بچہ سے ہمدردی نہ کرے گا؟ ان کی سمجھ میں بھی آ گیا کہ ہمارا پہلا گمان غلط تھا یہ تو ٹھیک کہہ رہی ہے اسے چھوڑ دیا اور کہا اچھا چل اس کا مکان دکھا یہ انہیں لے کر اپنے گھر آئیں اپنی والدہ کی طرف اشارہ کر کے کہا انہیں دیجئے۔ سرکاری آدمیوں نے انہیں بچہ دیا تو بچہ ان کا دودھ پینے لگا۔ فوراً یہ خبر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو دی گئی اسے سن کر آپ بہت خوش ہوئیں اور انہیں محل میں بلوایا اور بہت کچھ انعام واکرام دیا لیکن یہ علم نہ تھا کہ فی الواقع یہی اس بچے کی والدہ ہیں۔ فقط اس وجہ سے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کا دودھ پیا تھا وہ ان سے بہت خوش ہوئیں۔ کچھ دنوں تک تو یونہی کام چلتا رہا۔ آخر کار ایک روز حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میری خوشی ہے کہ تم میرے محل میں ہی آ جاؤ یہیں رہو سہو اور اسے دودھ پلاتی رہو۔ ام موسیٰ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یہ تو مجھ سے نہیں ہوسکتا میں بال بچوں والی ہوں میرے میاں بھی ہیں میں انہیں اپنے گھر دودھ پلا دیا کروں گی پھر آپ کے ہاں بھیج دیا کروں گی۔ یہی طے ہوا اور اسی پر فرعون کی بیوی بھی رضا مند ہوگئیں۔ ام موسیٰ رضی اللہ عنہا کا خوف امن سے' فقیری امیری سے' بھوک آسودگی سے' دولت وعزت میں بدل گئی۔ روزانہ انعام واکرام پاتیں۔ کھانا کپڑا' شاہی طریق پر ملتا اور اپنے پیارے بچے کو اپنی گود میں پالتیں۔ ایک ہی رات یا ایک ہی دن یا ایک دن رات کے بعد ہی اللہ نے اس کی مصیبت کو راحت سے بدل دیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنا کام دھندا کرے اور اس میں اللہ کا خوف اور میری سنتوں کا لحاظ کرے اس کی مثال ام موسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے کہ اپنے ہی بچے کو دودھ پلائے اور اجرت بھی لے۔ اللہ کی ذات پاک ہے اسی کے ہاتھ میں تمام کام ہیں اسی کا چاہا ہوا ہوتا ہے اور جس کام کو وہ نہ چاہے ہرگز نہیں ہوتا۔ یقیناً وہ ہر اس شخص کی مدد کرتا ہے جو اس پر توکل کرے۔ اس کی فرماں برداری کرنے والے کا دستگیر وہی ہے۔ وہ اپنے نیک بندوں کے آڑے وقت کام آتا ہے اور ان کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے اور ان کی تنگی کو فراخی سے بدلتا ہے۔ اور ہر رنج کے بعد راحت عطا فرماتا ہے۔ فسبحانہ ما اعظم شانہ۔

پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور اسے اپنے بچے کا صدمہ نہ رہے۔ اور وہ اللہ کے وعدوں کو بھی سچا سمجھے اور یقین مان لے کہ وہ ضرور نبی اور رسول بھی ہونے والا ہے' اب آپ کی والدہ اطمینان سے آپ کی پرورش میں مشغول ہوگئیں اور اسی طرح پرورش کی جس طرح ایک بلند درجہ نبی کی ہونی چاہیے۔ ہاں رب کی حکمتیں بے علموں کی نگاہ سے اوجھل رہتی ہیں۔ وہ اللہ کے احکام کی غایت کو اور فرمانبرداری کے نیک انجام کو نہیں سوچتے۔ ظاہری نفع ونقصان کے پابند رہتے ہیں۔ اور دنیا پر ریجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ انہیں یہ نہیں سوجھتا کہ ممکن ہے جسے وہ برا سمجھ رہے ہیں وہ اچھا ہو اور بہت ممکن ہے کہ جسے وہ اچھا سمجھ رہے ہوں وہ برا ہو یعنی ایک کام برا جانتے ہوں مگر کیا خبر کہ اس میں قدرت نے کیا فوائد پوشیدہ رکھے ہیں۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسۡتَوٰۤى اٰتَيۡنٰهُ حُكۡمًا وَّعِلۡمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ الۡمَدِيۡنَةَ عَلٰى حِيۡنِ غَفۡلَةٍ مِّنۡ اَهۡلِهَا فَوَجَدَ فِيۡهَا رَجُلَيۡنِ يَقۡتَتِلٰنِ ۖ هٰذَا مِنۡ شِيۡعَتِهٖ وَهٰذَا مِنۡ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسۡتَغَاثَهُ الَّذِىۡ مِنۡ شِيۡعَتِهٖ عَلَى الَّذِىۡ مِنۡ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوۡسٰى فَقَضٰى عَلَيۡهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنۡ عَمَلِ الشَّيۡطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِىۡ فَاغۡفِرۡ لِىۡ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَىَّ فَلَنۡ اَكُوۡنَ ظَهِيۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۱۷﴾

جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور پورے توانا ہو گئے ہم نے انہیں حکمت وعلم عطا فرمایا' نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں ○ موسیٰ ایک ایسے وقت شہر میں آئے جب کہ شہر کے لوگ غفلت میں تھے یہاں دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا یہ ایک تو اس کے رفیقوں میں سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں میں سے تھا' اس کی قوم والے نے اس کے خلاف جو اس کے دشمنوں میں سے تھا اس سے فریاد کی جس پر موسیٰ نے اسے مکا مارا جس سے وہ مر گیا موسیٰ کہنے لگے یہ تو شیطانی کام ہے' یقیناً شیطان دشمن اور کھلے طور سے بہکانے والا ہے ○ پھر دعا کرنے لگے اے میرے پروردگار میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تو مجھے معاف فرما دے اللہ نے اسے بخش دیا وہ بخشش اور مہربانی کرنے والا ہے ہی ○ کہنے لگا اے اللہ جیسے تو نے مجھ پر یہ کرم فرمایا میں بھی اب ہرگز کسی گنہگار کا مددگار نہ بنوں گا ○

موسیٰ علیہ السلام نے ایک گھونسے سے بندہ ہلاک کر دیا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لڑکپن کا ذکر کر کے اب ان کی جوانی کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ اللہ نے انہیں حکمت وعلم عطا فرمایا۔ یعنی نبوت دی۔ نیک لوگ ایسے ہی بدلہ پاتے ہیں۔ پھر اس واقعہ کا ذکر ہو رہا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر چھوڑنے کا باعث بنا اور جس کے بعد اللہ کی رحمت نے ان کا رخ کیا یہ مصر چھوڑ کر مدین کی طرف چل دیئے۔ آپ ایک مرتبہ شہر میں آتے ہیں یا تو مغرب کے بعد یا ظہر کے وقت لوگ کھانے پینے میں یا سونے میں مشغول ہیں راستوں پہ آمد ورفت نہیں تھی تو دیکھتے ہیں کہ دو شخص لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ ایک اسرائیلی ہے دوسرا قبطی ہے۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبطی کی شکایت کی اور اس کا زورِ ظلم بیان کیا جس پر آپ کو غصہ آ گیا اور ایک گھونسہ اسے کھینچ مارا جس سے وہ اسی وقت مر گیا۔ موسیٰ گھبرا گئے اور کہنے لگے یہ تو شیطانی کام ہے اور شیطان دشمن اور گمراہ ہے اور اس کا دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہونا بھی ظاہر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرنے لگے اور استغفار کرنے لگے۔ اللہ نے بھی بخش دیا وہ بخشنے والا مہربان ہی ہے۔ اب کہنے لگے اے اللہ تو نے جو جاہ وعزت' بزرگی اور نعمت مجھے عطا فرمائی ہے میں اسے سامنے رکھ کر وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی کسی نافرمان کی کسی امر میں موافقت اور امداد نہیں کروں گا۔



فَاَصۡبَحَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسۡتَنۡصَرَہٗ بِالۡاَمۡسِ یَسۡتَصۡرِخُہٗ ؕ قَالَ لَہٗ مُوۡسٰۤی اِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّاۤ اَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّبۡطِشَ بِالَّذِیۡ ہُوَ عَدُوٌّ لَّہُمَا ۙ قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اَتُرِیۡدُ اَنۡ تَقۡتُلَنِیۡ کَمَا قَتَلۡتَ نَفۡسًۢا بِالۡاَمۡسِ ٭ۖ اِنۡ تُرِیۡدُ اِلَّاۤ اَنۡ تَکُوۡنَ جَبَّارًا فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا تُرِیۡدُ اَنۡ تَکُوۡنَ مِنَ الۡمُصۡلِحِیۡنَ ﴿۱۹﴾

صبح ہی صبح ڈرتے دبتے خبریں لینے کو شہر میں گئے کہ اچانک وہی شخص جس نے کل ان سے مدد طلب کی تھی ان سے فریاد کر رہا ہے' موسیٰ نے اس سے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ تو صریح بے راہ ہے ○ پھر جب اپنے اور اس کے دشمن کو پکڑنا چاہا تو وہ فریادی کہنے لگا کہ اے موسیٰ کیا جس طرح تو نے کل ایک شخص کو قتل کیا ہے مجھے بھی مار ڈالنا چاہتا ہے؟ تو تو ملک بھر میں ظالم وسرکش ہونا ہی چاہتا ہے اور تیرا یہ ارادہ ہی نہیں کہ ملاپ کرنے والوں میں سے ہووے ○

دربارِ فرعون میں قتل کا راز کھل گیا: موسیٰ علیہ السلام کے گھونسے سے قبطی مر گیا اس لئے آپ کی طبیعت پر گھبراہٹ تھی۔ شہر میں ڈرتے دبکتے آئے کہ دیکھیں کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ کہیں راز کھل تو نہیں گیا؟

دیکھتے ہیں کہ کل والا اسرائیلی آج ایک اور قبطی سے لڑ رہا ہے۔ آپ علیہ السلام کو دیکھتے ہی کل کی طرح آج بھی اس نے فریاد کی اور دہائی دینے لگا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تم بڑے فتنہ آدمی ہو۔ یہ سنتے ہی وہ گھبرا گیا۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے اس ظالم قبطی کو روکنے کے لئے اس کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو یہ شخص اپنے کمینہ پن اور بزدلی سے سمجھ بیٹھا کہ آپ نے مجھے برا کہا ہے اور مجھے پکڑنا چاہتے ہیں۔ اپنی جان بچانے کے لئے شور مچانا شروع کر دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کیا جیسے تو نے کل ایک شخص کا خون کیا آج میری جان بھی لینی چاہتا ہے؟

کل کا واقعہ صرف اسی کی موجودگی میں ہوا تھا اس لئے اب تک کسی کو پتہ نہ چلا لیکن آج اس کی زبان سے اس قبطی کو پتہ چلا کہ یہ کام موسیٰ علیہ السلام کا ہے اس بزدل ڈرپوک نے یہ بھی ساتھ ہی کہا کہ تو زمین پر سرکش بن کر رہنا چاہتا ہے اور تیری طبیعت میں ہی صلح پسندی نہیں۔ قبطی یہ سن کر بھاگا دوڑا اور دربارِ فرعونی میں پہنچا اور وہاں مخبری کی۔ فرعون کی بددلی کی اب کوئی حد نہ رہی اور فوراً سپاہی دوڑائے کہ موسیٰ علیہ السلام کو لا کر پیش کریں۔

وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنۡ اَقۡصَا الۡمَدِیۡنَۃِ یَسۡعٰی ۫ قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اِنَّ الۡمَلَاَ یَاۡتَمِرُوۡنَ بِکَ لِیَقۡتُلُوۡکَ فَاخۡرُجۡ اِنِّیۡ لَکَ مِنَ النّٰصِحِیۡنَ ﴿۲۰﴾

شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ موسیٰ یہاں کے سردار تیرے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں تو بہت جلد چلا جا مجھے اپنا سچا خیر خواہ مان ○

کسی ہمدرد نے موسیٰ علیہ السلام کو خبر دے دی: اس آنے والے کو رَجُلٌ کہا گیا۔ عربی میں رجل کہتے ہیں قدموں کو۔ اس نے جب دیکھا کہ سپاہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں جا رہی ہے تو یہ اپنے پاؤں پر تیزی سے دوڑا اور ایک

قریب کے راستے سے نکل کر جھٹ سے آپ کو اطلاع دے دی کہ یہاں کے امیر امراء آپ کے قتل کے ارادے کر چکے ہیں' آپ شہر چھوڑ دیجئے۔ میں آپ کا ہی خواہ ہوں میری مان لیجئے۔

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّىْۤ اَنْ يَّهْدِيَنِىْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِىْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾

پھر موسیٰ وہاں سے خوف زدہ ہو کر دیکھتے بھالتے نکل کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے پروردگار مجھے ظالموں کے گروہ سے بچا لے ○ اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہنے لگے مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ لے چلے ○ مدین کے پانی پر جب آپ پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کی ایک جماعت وہاں پانی پلا رہی ہے اور دو عورتوں کو الگ کھڑی اپنے جانوروں کو روکتی ہوئی دیکھا' پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ وہ بولیں جب تک یہ چرواہے واپس نہ لوٹ جائیں ہم پانی نہیں پلاتیں اور ہمارے والد بہت بڑی عمر کے بوڑھے ہیں ○ آپ نے خود ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف ہٹ آئے اور کہنے لگے اے پروردگار تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں ○

موسیٰ علیہ السلام بھاگ نکلے: فرعون اور فرعونیوں کے ارادے جب اس شخص کی زبانی آپ کو معلوم ہو گئے تو آپ علیہ السلام وہاں سے تن تنہا چپ چاپ نکل کھڑے ہوئے۔ چونکہ اس سے پہلے کی زندگی کے ایام آپ علیہ السلام کے شہزادوں کی طرح گزرے تھے' سفر بہت کڑا معلوم ہوا لیکن خوف وہراس کے ساتھ ادھر ادھر دیکھتے سیدھے چلے جا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے جا رہے تھے کہ اے اللہ! مجھے ان ظالموں سے یعنی فرعون اور فرعونیوں سے نجات دے۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہبری کے واسطے ایک فرشتہ بھیجا تھا جو گھوڑے پر آپ علیہ السلام کے پاس آیا اور آپ کو راستہ دکھا گیا۔ واللہ اعلم۔ تھوڑی دیر میں آپ جنگلوں اور بیابانوں سے نکل کر مدین کے راستے پر پہنچ گئے تو خوش ہوئے اور فرمانے لگے مجھے ذات باری سے امید ہے کہ وہ راہ راست پر ہی لے جائے گا۔ اللہ نے آپ علیہ السلام کی یہ امید بھی پوری کی۔ اور آخرت کی سیدھی راہ نہ صرف بتائی بلکہ اوروں کو بھی سیدھی راہ بتانے والا بنایا۔ مدین کے پاس کے کنویں پر آئے تو دیکھا کہ چرواہے پانی کھینچ کھینچ کر اپنے جانوروں کو پلا رہے ہیں۔ وہیں آپ نے یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ دو عورتیں اپنی بکریوں کو ان جانوروں کے ساتھ پانی پینے سے روک رہی ہیں تو آپ کو ان بکریوں پر اور ان عورتوں کی حالت پر کہ یہ بے چاریاں پانی نکال کر نہیں پلا سکتیں اور ان چرواہوں میں سے کوئی اس کا روادار نہیں کہ اپنے کھینچے ہوئے پانی میں سے ان کی بکریوں کو بھی پلا دے تو آپ کو رحم آیا ان سے دریافت فرمایا کہ تم اپنے جانوروں کو اس پانی سے کیوں روک رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو پانی نکال نہیں

سکتیں۔ جب یہ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تو بچا کھچا پانی ہم اپنی بکریوں کو پلا دیں گی۔ ہمارے والد صاحب ہیں لیکن وہ بہت بوڑھے ہیں۔

انجان لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلایا: آپ علیہ السلام نے خود ہی ان جانوروں کو پانی کھینچ کر پلا دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کنویں کے منہ کو ان چرواہوں نے ایک بڑے پتھر سے بند کر دیا تھا۔ جس چٹان کو دس آدمی مل کر سرکاتے تھے آپ علیہ السلام نے تن تنہا اس پتھر کو ہٹا دیا اور ایک ہی ڈول نکالا تھا جس میں اللہ نے برکت ڈال دی اور ان دونوں لڑکیوں کی بکریاں شکم سیر ہو گئیں۔ اب آپ علیہ السلام تھکے ہارے بھوکے پیاسے ایک درخت کے سائے تلے بیٹھ گئے۔ مصر سے مدین پیدل بھاگے دوڑے آئے تھے' پیروں میں چھالے پڑ گئے تھے' کھانے کو کچھ پاس نہیں تھا' درختوں کے پتے اور گھاس پھونس کھاتے رہے تھے پیٹ پیٹھ سے لگ رہا تھا اور گھاس کا سبز رنگ باہر سے نظر آ رہا تھا۔ آدھی کھجور کو بھی اس وقت ترسے ہوئے تھے حالانکہ اس وقت کی ساری مخلوق سے زیادہ برگزیدہ اللہ کے نزدیک آپ تھے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دورات کا سفر کر کے میں مدین گیا اور وہاں لوگوں سے اس درخت کا پتہ پوچھا جس کے نیچے کلیم اللہ علیہ السلام نے سہارا لیا تھا۔ لوگوں نے ایک درخت کی طرف اشارہ کیا میں نے دیکھا کہ وہ ایک سرسبز درخت ہے میرا جانور بھوکا تھا اس نے اس میں منہ ڈالا پتے منہ میں لے کر بڑی دیر تک بدقت چباتا رہا لیکن آخر اس نے نکال ڈالے۔ میں نے کلیم اللہ علیہ السلام کے لئے دعا کی اور وہاں سے واپس لوٹ آیا۔ [1] اور روایت میں ہے کہ آپ اس درخت کو دیکھنے کو گئے تھے جس سے اللہ نے آپ سے باتیں کی تھیں جیسا کہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ببول کا درخت تھا۔ الغرض اس درخت کے تلے بیٹھ کر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ میں تیرے احسانوں کا محتاج ہوں۔ عطاء رحمہ اللہ کا قول ہے اس عورت نے بھی آپ علیہ السلام کی دعا سنی۔ [2]

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۭ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ڐ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ۝ قَالَ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓي اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝ۧ

[1] [**ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰/۵۶۔۵۷)] اس میں حسین بن عمرو راوی ضعیف ہے۔]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰/۵۷)]

اتنے میں ان دونوں عورتوں میں سے ایک ان کی طرف شرم وحیا سے چلتی ہوئی آئی اور کہنے لگی کہ میرے باپ آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ آپ نے ہمارے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے اس کی اجرت دیں' جب حضرت موسیٰ ان کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا سارا حال بیان کیا تو وہ کہنے لگے اب نہ ڈر تو نے ظالم قوم سے نجات پالی ○ ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ ابا جی آپ انہیں مزدوری پر رکھ لیجئے کیونکہ جنہیں آپ اجرت پر رکھیں ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو ○ اس بزرگ نے کہا میں اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو آپ کے نکاح میں دیتا ہوں اس مہر پر کہ آپ آٹھ سال تک میرا کام کاج کریں۔ ہاں اگر آپ دس سال پورے کریں تو یہ آپ کی طرف سے بطور احسان کے ہے۔ میں یہ ہر گز نہیں چاہتا کہ آپ کو کسی مشقت میں ڈالوں' اللہ کو منظور ہے تو آگے چل کر آپ مجھے بھلا آدمی پائیں گے ○ موسیٰ نے کہا خیر تو یہ بات میرے اور آپ کے درمیان پختہ ہوگئی' میں ان دونوں مدتوں میں سے جسے پورا کروں مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو' ہم یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر اللہ گواہ اور کارساز ہے ○

موسیٰ علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام: ان دونوں بچیوں کی بکریوں کو جب موسیٰ علیہ السلام نے پانی پلا دیا تو یہ اپنی بکریاں لے کر واپس اپنے گھر گئیں۔ باپ نے دیکھا کہ آج وقت سے پہلے یہ آ گئیں ہیں تو دریافت فرمایا کہ آج کیا بات ہے؟ انہوں نے سچا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ نے اسی وقت ان دونوں میں سے ایک کو بھیجا کہ جاؤ اسے میرے پاس بلا لاؤ۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں اور جس طرح گھر گرہست' پاک دامن عفیفہ عورتوں کا دستور ہوتا ہے شرم وحیا سے اپنی چادر میں لپٹی ہوئی پردے کے ساتھ چل رہی تھیں۔ منہ بھی چادر کے کنارے سے چھپائے ہوئے تھیں پھر اس دانائی اور صداقت کو دیکھئے کہ صرف یہی نہ کہا کہ میرے ابا آپ کو بلا رہے ہیں کیونکہ اس میں شبہ کی باتوں کی گنجائش تھی صاف کہہ دیا کہ میرے والد آپ کو آپ کی مزدوری دینے کے لئے اور اس احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے بلا رہے ہیں جو آپ نے ہماری بکریوں کو پانی پلا کر ہمارے ساتھ کیا ہے۔ کلیم اللہ علیہ السلام کو جو بھوکے پیاسے تن تنہا مسافر اور بے خرچ تھے' یہ موقع غنیمت معلوم ہوا' یہاں آئے۔ انہیں ایک بزرگ سمجھ کر ان کے سوال پر اپنا سارا قصہ بلا کم وکاست کہہ سنایا۔ انہوں نے دل جوئی کی اور فرمایا اب کیا خوف ہے؟ ان ظالموں کے ہاتھ سے آپ نکل آئے۔ یہاں ان کی حکومت نہیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں یہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام تھے جو مدین والوں کی طرف اللہ کے نبی بن کر آئے تھے۔ یہ مشہور قول ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ اور بہت سے علماء یہی فرماتے ہیں طبرانی کی ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت سلمہ بن سعد رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی طرف سے ایلچی بن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شعیب علیہ السلام کی قوم اور موسیٰ علیہ السلام کے سسرال والوں کو مرحبا ہو کہ تمہیں ہدایت کی گئی۔ [1] بعض کہتے ہیں یہ حضرت شعیب علیہ السلام کے بھتیجے تھے' کوئی کہتا ہے کہ قوم شعیب علیہ السلام کے ایک مومن مرد تھے۔

بعض کا قول ہے کہ شعیب علیہ السلام کا زمانہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے بہت پہلے کا ہے۔ ان کا قول

---

[1] [**ضعیف** : مسند بزار (۲۸۲۸) طبرانی کبیر (٦٣٦٤)] اس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

قرآن میں اپنی قوم سے یہ مروی ہے کہ ﴿وَمَا قَوۡمُ لُوۡطٍ مِّنۡکُمۡ بِبَعِیۡدٍ﴾ لوط علیہ السلام کی قوم تم سے کچھ دور نہیں۔ اور یہ بھی قرآن سے ثابت ہے کہ لوطیوں کی ہلاکت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے میں ہوئی تھی۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان کا زمانہ بہت لمبا زمانہ ہے۔ تقریباً چار سو سال کا۔ جیسے اکثر مورخین کا قول ہے۔ ہاں بعض لوگوں نے اس مشکل کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بڑی لمبی عمر ہوئی تھی ان کا مقصد غالباً اس اعتراض سے بچنا ہے۔ واللہ اعلم۔ ایک اور بات بھی خیال میں رہے کہ اگر یہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام ہی ہوتے تو چاہئے تھا کہ قرآن میں اس موقعہ پر ان کا نام صاف لے دیا جاتا۔ ہاں البتہ بعض احادیث میں یہ آیا ہے کہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ لیکن ان احادیث کی سندیں صحیح نہیں جیسے کہ ہم عنقریب وارد کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بنی اسرائیل کی کتابوں میں ان کا نام ثیرون بتلایا گیا ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں ثیرون حضرت شعیب علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ یثری تھے ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بات اس وقت ثابت ہوتی جب کہ اس بارے میں کوئی خبر مروی ہوتی اور ایسا ہے نہیں۔ ان کی دونوں صاحبزادیوں میں سے ایک نے باپ کو توجہ دلائی۔ یہ توجہ دلانے والی وہی صاحبزادی تھیں جو آپ علیہ السلام کو بلانے کے لئے گئی تھیں۔ کہا کہ انہیں آپ ہماری بکریوں کی چرائی پر رکھ لیجئے کیونکہ وہ کام کرنے والا اچھا ہوتا ہے جو قوی ہو اور امانت دار ہو۔ باپ نے پوچھا بیٹی تم نے کیسے جان لیا کہ ان میں یہ دونوں وصف ہیں۔ بچی نے جواب دیا کہ دس قوی آدمی مل کر جس پتھر کو اس کنوئیں سے ہٹا سکتے تھے انہوں نے تنہا اسے ہٹا دیا اس سے ان کی قوت کا اندازہ باآسانی ہوسکتا ہے۔ ان کی امانت داری کا علم مجھے اس طرح ہوا کہ جب میں انہیں لے کر آپ کے پاس آنے لگی تو اس لئے کہ راستے سے ناواقف تھے میں آگے ہولی انہوں نے کہا نہیں تم میرے پیچھے رہو اور جہاں راستہ بدلنا ہو اس طرف کنکر پھینک دینا میں سمجھ لوں گا کہ مجھے اس راستے چلنا چاہئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تین شخصوں کی سی زیرکی معاملہ فہمی دانائی اور دوربینی کسی اور میں نہیں پائی گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دانائی جب کہ انہوں نے اپنے بعد خلافت کے لئے جناب عمر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدنے والے مصری جنہوں نے بیک نظر حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچان لیا اور جا کر اپنی بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ انہیں اچھی طرح رکھو۔ اور اس بزرگ کی صاحبزادی جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی نسبت اپنے باپ سے سفارش کی کہ انہیں اپنے کام پر رکھ لیجئے۔ یہ سنتے ہی اس بچی کے باپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اگر آپ پسند فرمائیں تو میں اس مہر پر اپنی ان دونوں بچیوں میں سے ایک کا نکاح آپ کے ساتھ کردیتا ہوں کہ آپ آٹھ سال تک ہماری بکریاں چرائیں۔ ان دونوں کا نام صفوریا اور لیا تھا یا صفوریا اور شرفا یا صفورا اور لیا۔

اصحاب ابی حنیفہ رحمہ اللہ نے اسی سے استدلال کیا ہے کہ جب کوئی شخص اس طرح کی بیع کرے کہ ان دوغلاموں میں سے ایک کو ایک سو کے بدلے فروخت کرتا ہوں اور خریدار منظور کرلے تو یہ بیع ثابت اور صحیح ہے۔

واللہ اعلم۔ اس بزرگ نے کہا آٹھ سال تو ضروری ہیں ہاں اس کے بعد کے دو سال کا آپ کو اختیار ہے اگر آپ اپنی خوشی سے دو سال اور بھی میرا کام کریں تو اچھا ہے ورنہ آپ پر لازمی نہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ میں بد آدمی نہیں آپ کو تکلیف نہ دوں گا۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ نے اس سے استدلال کر کے فرمایا ہے کہ اگر کوئی کہے میں فلاں چیز کو نقد دس پر ادھار بیس پر بیچتا ہوں تو یہ بیع صحیح ہے اور خریدار کو اختیار ہے کہ وہ دس پر نقد لے یا بیس پر ادھار لے۔ وہ اس حدیث کا بھی یہی مطلب لے رہے ہیں جس میں ہے جو شخص دو بیع ایک بیع میں کرے اس کے لئے کمی والی بیع ہے ورنہ سود۔ [1] لیکن ہے یہ مذہب غور طلب جس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔ واللہ اعلم۔

اصحاب امام احمد رحمہ اللہ نے اس آیت سے استدلال کر کے کہا ہے کہ کھانے پینے اور کپڑے پر کسی کو مزدوری اور کام کاج پر لگا لینا درست ہے۔ اس کی دلیل میں ابن ماجہ کی ایک حدیث بھی ہے جو اس بات میں ہے کہ مزدور مقرر کرنا اس مزدوری پر کہ وہ پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا کرے اس میں حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۂ طٰسم کی تلاوت کی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر تک پہنچے تو فرمانے لگے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیٹ کے بھرنے اور اپنی شرمگاہ کو بچانے کے لئے آٹھ سال یا دس سال کے لئے اپنے آپ کو ملازم کر لیا۔ [2]

اس حدیث کا ایک راوی مسلمہ بن علی الخشنی ہے جو ضعیف ہے۔ یہ حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے لیکن وہ سند بھی نظر سے خالی نہیں۔ کلیم اللہ نے بزرگ کی اس شرط کو قبول کر لیا اور فرمایا ہم تم میں یہ طے شدہ فیصلہ ہے مجھے اختیار رہو گا کہ خواہ دس سال پورے کروں یا آٹھ سال کے بعد چھوڑ دوں آٹھ سال کے بعد آپ کا کوئی حق مزدوری مجھ پر لازم نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنے اس معاملہ پر گواہ کرتے ہیں اسی کی کارسازی کافی ہے۔ تو گو دس سال پورا کرنا مباح ہے لیکن وہ فاضل چیز ہے ضروری نہیں ضروری آٹھ سال ہیں جیسے منیٰ کے آخری دو دن کے بارے میں اللہ کا حکم ہے اور جیسے کہ حدیث میں ہے حضور ﷺ نے حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا جو بکثرت روزے رکھا کرتے تھے کہ اگر تم سفر میں روزہ رکھو تو تمہیں اختیار ہے اور نہ رکھو تو تمہیں اختیار ہے [3] باوجودیکہ دوسری دلیل سے رکھنا افضل ہے۔

---

[1] [حسن : ابو داؤد : کتاب الاجارۃ : باب فیمن باع بیعتین فی بیعۃ (٣٤٦١) مستدرك حاكم (٢/٤٥)] امام حاکم اور امام ذہبی اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف جدا : ابن ماجہ : کتاب الرهون : باب اجارة الاجیر علی طعام بطنه (٢٤٤٤)] حافظ بوصیری نے اسے بقیہ راوی کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ [الزوائد (٢/٢٦٠)] شیخ البانی نے اسے سخت ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : كتاب الصيام : باب التخيير فى الصوم والفطر فى السفر (١١٢١) ابوداؤد : كتاب الصيام : باب الصوم فى السفر (٢٤٠٢) نسائی : كتاب الصيام : باب سردالصيام (٢٣٨٣) صحیح ابن حبان (٣٥٦٠) مسند احمد (٦/٤٦)]

چنانچہ اس کی دلیل بھی آ چکی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال ہی پورے کئے۔ بخاری شریف میں ہے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے یہودیوں نے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال پورے کئے یا دس سال؟ تو آپ نے فرمایا مجھے خبر نہیں پھر میں عرب کے بہت بڑے عالم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا ان دونوں میں جو زیادہ اور پاک مدت تھی وہی آپ نے پوری کی یعنی دس سال۔ اللہ تعالیٰ کے نبی جو کہتے ہیں پورا کرتے ہیں۔ [1] حدیث فتون میں ہے کہ سائل نصرانی تھا لیکن بخاری میں جو ہے وہی اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم۔ ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی تھی؟ تو جواب ملا کہ ان دونوں میں سے جو کامل اور مکمل مدت تھی [2] ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے یہ پوچھا' آپ نے جبرائیل سے پوچھا' جبرائیل نے اور فرشتے سے' یہاں تک کہ فرشتے نے اللہ سے۔ اللہ نے جواب دیا کہ دونوں میں ہی پاک اور پوری مدت یعنی دس سال۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال کی مدت کا پورا کرنا بتایا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ کون سی لڑکی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نکاح کیا تھا؟ تو جواب دینا کہ دونوں میں سے جو چھوٹی تھیں [3] اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدت دراز کو پورا کرنا بتایا۔

پھر فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام سے رخصتی لے کر جانے لگے تو اپنی بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ اپنے والد سے کچھ بکریاں لے لو جن سے ہمارا گزارہ ہو جائے آپ نے اپنے والد سے سوال کیا جس پر انہوں نے وعدہ کیا کہ اس میں سے جتنی چتکبری بکریاں ہوں گی سب تمہاری ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بکریوں کے پیٹ پر اپنی لکڑی پھیری تو ہر ایک کو دو دو تین تین بچے ہوئے اور سب کے سب چتکبرے جن کی نسل اب تک تلاش کرنے سے مل سکتی ہے۔ [4] دوسری روایت میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی سب بکریاں کالے رنگ کی خوبصورت تھیں۔ جتنے بچے ان کے اس سال ہوئے سب کے سب بے عیب تھے اور بڑے بڑے بھرے ہوئے تھنوں والے اور زیادہ دودھ دینے والے۔

ان تمام روایتوں کا مدار عبداللہ بن لہیعہ پر ہے جو حافظہ کے اچھے نہیں اور ڈر ہے کہ یہ روایتیں مرفوع نہ ہوں۔ چنانچہ اور سند سے یہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ سب بکریوں کے بچے اس سال ابلق ہوئے سوائے ایک بکری کے۔ جن سب کو آپ علیہ السلام لے گئے۔

---

[1] [**صحیح** : صحیح بخاری : كتاب الشهادات (٢٦٨٤)]

[2] [**ضعیف** : تفسير ابن جرير الطبرى (٢٧٤٠٩)] اس کی سند میں ابراہیم بن یحییٰ مجہول ہے۔]

[3] [**ضعیف** : مسند بزار (٢٢٤٤)] اس کی سند میں اسحاق بن ادریس راوی ضعیف ہے۔]

[4] [**ضعیف** : مسند بزار (٢٢٤٦)] اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔]

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰٓی اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۳۲﴾

جب حضرت موسیٰ نے مدت پوری کر لی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلے تو کوہ طور کی طرف آگ دیکھی۔ اپنی بیوی سے کہنے لگے ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے بہت ممکن ہے کہ میں وہاں سے کوئی خبر لاؤں یا آگ کا کوئی انگارا لاؤں تا کہ تم سینک لو ○ جب وہاں پہنچے تو اس بابرکت زمین کے دائیں کنارے کے درخت سے آواز دیئے گئے کہ اے موسیٰ یقیناً میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا پروردگار ○ اور یہ بھی آواز آئی کہ اپنی لکڑی ڈال دے' پھر جب اسے دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح پھن پھنا رہی ہے تو پیٹھ پھیر کر واپس ہو گئے اور مڑ کر رخ بھی نہ کیا' ہم نے کہا اے موسیٰ آگے آ ڈر مت یقیناً تو ہر طرح امن والا ہے ○ اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں ڈال وہ بغیر کسی قسم کے روگ کے چمکتا ہوا نکلے گا بالکل سفید اور خوف سے بچنے کے لئے اپنے بازو اپنی طرف ملا لے پس یہ دونوں معجزے تیرے لئے تیرے رب کی طرف سے ہیں فرعون اور اس کی جماعت کی طرف' یقیناً وہ سب کے سب بے حکم اور نافرمان لوگ ہیں ○

دس سال خدمت کے بعد نبوت و معجزات: پہلے یہ بیان گزر چکا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال پورے کئے تھے۔ قرآن کے اس لفظ ﴿ الْاَجَلَ ﴾ سے بھی اسی کی طرف اشارہ ہے واللہ اعلم۔ بلکہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ دس سال اور بھی گزارے اس قول میں صرف یہی تنہا ہیں واللہ اعلم۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خیال اور شوق پیدا ہوا کہ چپ چاپ وطن میں جاؤں اور اپنے والوں سے مل آؤں چنانچہ آپ اپنی بیوی کو اور اپنی بکریوں کو لے کر وہاں سے چلے رات کو بارش ہونے لگی اور سرد ہوائیں چلنے لگیں اور سخت اندھیرا ہو گیا آپ ہر چند چراغ جلاتے تھے مگر روشنی نہیں ہوتی تھی۔ سخت تعجب اور حیران تھے اتنے میں دیکھتے ہیں کہ کچھ دور آگ روشن ہے تو اپنی اہلیہ صاحبہ سے فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرو وہاں کچھ روشنی دکھائی دیتی ہے میں وہاں جاتا ہوں اگر کوئی وہاں ہوا تو اس سے راستہ بھی دریافت کر لوں گا اس لئے کہ ہم راہ بھولے ہوئے ہیں۔ یا میں وہاں سے کچھ آگ لے آؤں گا جس سے تم تاپ لو اور جاڑے کا علاج ہو جائے۔ جب آپ وہاں پہنچے تو اس وادی کے دائیں جانب کے مغربی پہاڑ سے

آواز سنائی دی۔ جیسے قرآن کی اور آیت میں ہے ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ﴾ [1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے قصد سے قبلہ کی طرف چلے گئے تھے اور مغربی پہاڑ آپ کے دائیں طرف تھا اور ایک سرسبز ہرے بھرے درخت میں آگ نظر آرہی ہے تھی جو پہاڑ کے دامن میں میدان کے متصل تھی۔ یہ وہاں جا کر اس حالت کو دیکھ کر حیران وششدر رہ گئے کہ ہرے اور سبز درخت میں سے آگ کے شعلے نکلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن آگ کسی چیز میں جلتی ہوئی دکھائی نہیں دیتی' اسی وقت اللہ کی طرف سے آواز آئی' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس درخت کو جس میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی تھی دیکھا ہے وہ سرسبز شاداب ہرا بھرا درخت ہے جو چمک رہا ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ علیق کا درخت تھا' بعض کہتے ہیں عوسج کا درخت تھا اور آپ کی لکڑی بھی اسی درخت کی تھی۔ کلیم اللہ علیہ السلام نے سنا کہ آواز آرہی ہے کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) میں ہوں رب العالمین۔ جو اس وقت تجھ سے کلام کررہا ہوں۔ میں جو چاہوں کرسکتا ہوں۔ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں نہ میرے سوا کوئی رب ہے۔ میں اس سے پاک ہوں کہ کوئی مجھ جیسا ہو مخلوق میں سے کوئی بھی میرا شریک نہیں میں یکتا بے مثل اور واحد لاشریک ہوں میری ذات' میری صفات' میرے افعال' میرے اقوال میں میرا کوئی شریک ساجھی' ساتھی نہیں۔ میں ہر طرح سے پاک اور نقصان سے دور ہوں۔ اسی ضمن میں فرمان ہوا کہ اپنی لکڑی زمین پر گرادو اور میری قدرت اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ اور آیت میں ہے کہ پہلے دریافت فرمایا گیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ یہ میری لکڑی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور جس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑ لیتا ہوں اور دوسرے بھی میرے بہت سے کام اس سے نکلتے ہیں۔ اب مطلع فرما کر لکڑی کو لکڑی کا احساس دلا کر پھر زمین پر انہیں کے ہاتھوں پھنکوائی۔ وہ زمین پر گرتے ہی ایک پھن اٹھائے پھنکارتا ہوا اژدہا بن کر ادھر ادھر فراٹے بھرنے لگی۔ یہ اس بات کی دلیل تھی کہ بولنے والا واقعی اللہ ہی ہے جو قادر مطلق ہے وہ جس چیز کو جو فرمادے ٹل نہیں سکتا۔ سورۂ طٰہٰ کی تفسیر میں اس کا بیان بھی پورا گزر چکا ہے۔

اس خوفناک سانپ کو جو باوجود بہت بڑا اور بہت موٹا ہونے کے تیر کی طرح ادھر ادھر جا رہا تھا منہ کھولتا تھا تو معلوم ہوتا تھا ابھی نگل جائے گا۔ جہاں سے گزرتا تھا پتھر ٹوٹ ٹوٹ جاتے تھے اسے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سہم گئے اور دہشت کے مارے ٹھہر نہ سکے الٹے پیروں بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا وہیں اللہ کی طرف سے آواز آئی کہ موسیٰ ادھر آ' ڈر نہیں تو میرے امن میں ہے۔ اب موسیٰ کا دل ٹھہر گیا۔ اطمینان سے بےخوف ہوکر اپنی جگہ آکر با ادب کھڑے ہوگئے۔ یہ معجزہ عطا فرما کر پھر دوسرا معجزہ یہ دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالتے تو وہ چاند کی طرح چمکنے لگتا اور بہت بھلا معلوم ہوتا یہ نہیں کہ کوڑھ کے داغ کی طرح سفید ہوجائے یہ بھی بحکم الٰہی آپ نے وہیں کیا اور اپنے ہاتھ کو مثل چاند کے منور دیکھ لیا۔ پھر حکم دیا کہ تمہیں اس سانپ سے یا کسی سے گھبراہٹ' ڈر' خوف' رعب سے دہشت معلوم ہو تو اپنے بازو اپنے بدن سے ملالو ڈر خوف جاتا رہے گا اور یہ بھی

---

[1] [سورة القصص :آیت ٤٤]

وارد ہے کہ جو شخص ڈر اور دہشت کے وقت اپنا ہاتھ اپنے دل پر اللہ کے اس فرمان کے ماتحت رکھ لے تو انشاء اللہ اس کا ڈر خوف جاتا رہے گا۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل پر فرعون کا بہت خوف تھا پھر آپ جب اسے دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَدۡرَأُبِكَ فِیۡ نَحۡرِہٖ وَاَعُوۡذُبِكَ مِنۡ شَرِّہٖ﴾ اے اللہ میں تجھے اس کے مقابلہ میں کرتا ہوں۔ اور اس کی برائی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل سے رعب وخوف ہٹا لیا اور فرعون کے دل میں ڈال دیا پھر تو اس کا یہ حال ہو گیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی اس کا پیشاب خطا ہو جاتا تھا۔ یہ دونوں معجزے یعنی عصائے موسیٰ علیہ السلام اور ید بیضا دے کر اللہ نے فرمایا کہ اب فرعون اور فرعونیوں کے پاس رسالت لے کر جاؤ اور بطور دلیل یہ معجزے پیش کرو اور ان فاسقوں کو اللہ کی راہ دکھاؤ۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ قَتَلۡتُ مِنۡهُمۡ نَفۡسًا فَاَخَافُ اَنۡ یَّقۡتُلُوۡنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِیۡ هٰرُوۡنُ هُوَ اَفۡصَحُ مِنِّیۡ لِسَانًا فَاَرۡسِلۡهُ مَعِیَ رِدۡاً یُّصَدِّقُنِیۡۤ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یُّكَذِّبُوۡنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیۡكَ وَنَجۡعَلُ لَكُمَا سُلۡطٰنًا فَلَا یَصِلُوۡنَ اِلَیۡكُمَا ۚۛ بِاٰیٰتِنَاۤ ۚۛ اَنۡتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿۳۵﴾

موسیٰ نے کہا پروردگار میں نے ان کا ایک آدمی قتل کر دیا تھا اب مجھے دہشت ہے کہ وہ مجھے بھی قتل کر ڈالیں ○ اور میرا بھائی ہارون مجھ سے بہت زیادہ فصیح زبان والا ہے تو اسے بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج کہ وہ مجھے سچا مانے مجھے تو خوف ہے کہ وہ سب مجھے جھٹلا دیں گے ○ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا بازو مضبوط کر دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے فرعونی تم تک پہنچ ہی نہ سکیں گے بہ سبب ہماری نشانیوں کے، تم دونوں اور تمہاری تابعداری کرنے والے ہی غالب رہیں گے ○

بھائی ہارون علیہ السلام کو بھی معاون بنانے کا مطالبہ: یہ گزر چکا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون سے خوف کھا کر اس کے شہر سے بھاگ نکلے تھے جب اللہ تعالیٰ نے وہیں اسی کے پاس نبی بن کر جانے کو فرمایا تو آپ کو وہ سب یاد آ گیا اور عرض کرنے لگے کہ اے اللہ ان کے ایک آدمی کی جان میرے ہاتھ سے نکل گئی تھی تو ایسا نہ ہو کہ وہ بدلے کا نام رکھ کر میرے قتل کے درپے ہو جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچپن کے زمانے میں جب کہ آپ کے سامنے بطور تجربہ کے ایک آگ کا انگارہ اور ایک کھجور یا ایک موتی رکھا تھا تو آپ نے انگارہ پکڑ لیا تھا اور منہ میں ڈال لیا تھا اس واسطے آپ کی زبان میں کچھ کسر رہ گئی تھی اور اسی لئے آپ نے اپنی زبان کی بابت اللہ سے دعا مانگی تھی کہ میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے اس سے میرا بازو مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر تاکہ نبوت و رسالت کا فریضہ ادا ہو اور تیرے بندوں کو تیری کبریائی کی دعوت دے سکیں۔ یہاں بھی آپ کی یہی دعا منقول ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بھائی ہارون علیہ السلام کو میرے

ساتھ ہی اپنا رسول بنا کر بھیجیں وہ میرا معین وزیر ہو جائے۔ (1) وہ میری باتوں کو باور کرے تا کہ میرا بازو مضبوط رہے دل بڑھا ہوا رہے۔ اور یہ بھی بات ہے کہ دو آوازیں بہ نسبت ایک آواز کے زیادہ مضبوط اور بااثر ہوتی ہیں۔ میں اکیلا رہا تو ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے جھٹلا نہ دیں اور ہارون علیہ السلام ساتھ ہوا تو میری باتیں بھی لوگوں کو سمجھا دیا کرے گا۔ جناب باری ارحم الراحمین نے جواب دیا کہ تیری مانگ منظور ہے ہم تیرے بھائی سے تجھ کو سہارا دیں گے اور اسے بھی تیرے ساتھ نبی بنا دیں گے۔

جیسے اور آیت میں ہے ﴿قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى﴾ (2) اے موسیٰ! تیرا سوال پورا کر دیا گیا۔ اور آیت میں ہے ہم نے اپنی رحمت سے اسے اور اس کے بھائی ہارون کو نبی بنا دیا۔ اسی لئے بعض اسلاف کا فرمان ہے کہ کسی بھائی نے اپنے بھائی پر وہ احسان نہیں کیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام پر کیا کہ اللہ سے دعا کر کے انہیں نبی بنوا دیا۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کی بڑی بزرگی کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایسی دعا بھی رد نہ کی۔ واقعی آپ اللہ کے نزدیک بڑے ہی مرتبے والے تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم تم دونوں کو زبردست دلیلیں اور کامل حجتیں دیں گے فرعونی تمہیں کوئی ایذا نہیں دے سکتے۔ کیونکہ تم میرا پیغام میرے بندوں کے نام پہنچانے والے ہو۔ ایسوں کو میں خود دشمنوں سے سنبھالتا ہوں۔ ان کا مددگار اور موید میں خود بن جاتا ہوں۔ انجام کار تم اور تمہارے ماننے والے ہی غالب آئیں گے۔ جیسے فرمان ہے اللہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ قوت والا عزت والا ہے۔ (3)

اور آیت ہے ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا﴾ (4) الخ، ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ کے نزدیک آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے دیئے ہوئے غلبہ کی وجہ سے فرعونی تمہیں تکلیف نہ پہنچا سکیں گے اور ہماری دی ہوئی نشانیوں کی وجہ سے غلبہ صرف تمہیں ہی حاصل ہوگا۔ لیکن پہلے جو مطلب بیان ہوا اس سے یہی ثابت ہے تو اس کی کوئی حاجت ہی نہیں۔ واللہ اعلم

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا
بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٦﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ
عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾

جب ان کے پاس موسیٰ ہمارے دیئے ہوئے کھلے معجزے لے کر پہنچے تو وہ کہنے لگے یہ تو صرف گھڑا گھڑایا جادو ہے ہم نے اپنے اگلے باپ دادوں کے زمانوں میں کبھی یہ نہیں سنا○ موسیٰ کہنے لگے میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس ہدایت لے کر آتا ہے اور جس کے لئے آخرت کا اچھا انجام ہوتا ہے یقیناً بے انصافوں کا بھلا نہ ہوگا○

جادوگر ہونے کا طعنہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام خلعت نبوت سے اور کلام الٰہی سے ممتاز ہو کر بحکم اللہ مصر میں پہنچے اور

---

(1) [سورة طه: آیت ۲۷ ـ ۳۲]
(2) [طه : ۳٦]
(3) [مجادله : ۲۱]
(4) [غافر : ۵۱]

فرعون اور فرعونیوں کو اللہ کی وحدت اور اپنی رسالت کی تلقین کے ساتھ ہی جو معجزے اللہ نے دیئے تھے انہیں دکھایا۔ سب کو مع فرعون کے یقین کامل ہو گیا کہ بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں۔ لیکن مدتوں کا غرور اور پرانا کفر سر اٹھائے بغیر نہ رہا اور زبانیں دل کے خلاف کر کے کہنے لگے یہ تو صرف مصنوعی جادو ہے۔ اب فرعونی اپنے دبدبے اور قوت وطاقت سے حق کے مقابلہ پر جم گئے اور اللہ کے نبیوں کا سامنا کرنے پر تل گئے اور کہنے لگے کبھی ہم نے تو نہیں سنا کہ اللہ ایک ہے اور ہم تو کیا ہمارے اگلے باپ دادوں کے کان بھی آشنا نہیں تھے۔ ہم سب کے سب مع اپنے بڑے چھوٹوں کے بہت سے معبودوں کو پوجتے رہے۔ یہ نئی باتیں لے کر کہاں سے آ گیا؟ کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھے اور تم کو اللہ خوب جانتا ہے وہی ہم تم میں فیصلہ کرے گا ہم میں سے ہدایت پر کون ہے؟ اور کون نیک انجام ہے؟ اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے وہ فیصلہ کر دے گا اور تم عنقریب دیکھ لوگے کہ اللہ کی تائید کس کا ساتھ دیتی ہے؟ ظالم یعنی مشرک کبھی خوش انجام اور شادکام نہیں ہوئے وہ نجات سے محروم ہیں۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي فَأَوْقِدْ لِي يَا هَامَانُ عَلَى الطِّينِ فَاجْعَلْ لِي صَرْحًا لَعَلِّي أَطَّلِعُ إِلَىٰ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ ﴿۳۹﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُونَ ﴿۴۱﴾ وَأَتْبَعْنَاهُمْ فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ ﴿۴۲﴾

فرعون کہنے لگا اے درباریو میں تو اپنے سوا کسی کو تمہارا معبود نہیں جانتا' سن اے ہامان تو میرے لئے مٹی کو آگ سے پکوا پھر میرے لئے ایک محل تعمیر کر تو میں موسیٰ کے معبود کو جھانک لوں اسے میں تو جھوٹوں میں سے ہی گمان کر رہا ہوں ○ اس نے اور اس کے لشکروں نے ناواجبی طریقے پر ملک میں تکبر کیا اور یہ سمجھ لیا کہ وہ ہماری جانب لوٹائے ہی نہ جائیں گے ○ بالآخر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور دریا برد کر دیا' اب دیکھ لے کہ ان گنہگاروں کا انجام کیسا ہوا؟ ○ اور ہم نے انہیں ایسے امام بنا دیئے کہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلائیں' اور روز قیامت مطلق مدد نہ کئے جائیں ○ ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے اپنی لعنت لگا دی اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے ○

فرعون اور آل کی ہلاکت: فرعون کی سرکشی اور اس کے الہامی دعوے کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو بے عقل بنا کر ان سے اپنا دعویٰ منوا لیا اس نے ان کمینوں کو جمع کر کے ہانک لگائی کہ تمہارا رب میں ہی ہوں۔ سب سے اعلیٰ اور بلند تر ہستی میری ہی ہے اسی بنا پر اللہ نے اسے دنیا اور آخرت کے عذابوں میں پکڑ لیا اور دوسروں کے لئے اسے نشان عبرت بنایا۔ ان کمینوں نے اسے اللہ مان کر اس کا دماغ یہاں تک بڑھا دیا کہ اس نے کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ڈانٹ کر کہا کہ سن رکھ اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو اپنا معبود بنایا تو میں تجھے قید میں ڈلوا دوں گا۔ انہی سفلے لوگوں

میں بیٹھ کر اپنا دعویٰ انہیں منوا کر اپنے ہی جیسے اپنے خبیث وزیر ہامان سے کہتا ہے کہ تو ایک مینار بنا اور اس میں اینٹیں پکوا اور میرے لئے ایک بلند و بالا مینار بنا کہ میں جا کر جھانک لوں کہ واقعہ میں موسیٰ علیہ السلام کا کوئی اللہ ہے بھی یا نہیں۔ گو مجھے اس کے دروغ گو ہونے کا علم تو ہے۔ مگر میں اس کا جھوٹ تم سب پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ اسی کا بیان آیت ﴿يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا﴾ [1] میں بھی ہے۔ چنانچہ ایک بلند مینار بنایا گیا کہ اس سے اونچا دنیا میں دیکھا نہیں گیا۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف دعویٰ رسالت میں ہی جھوٹا جانتا تھا بلکہ یہ تو واحد باری تعالیٰ کا قائل ہی نہ تھا۔ چنانچہ خود قرآن میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے اس نے کہا ﴿وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ رب العالمین ہے کیا؟ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو اللہ جانا تو میں تجھے قید کر دوں گا۔ اس آیت میں بھی ہے کہ اس نے اپنے درباریوں سے کہا میرے علم میں تو بجز میرے تمہارا اللہ کوئی اور نہیں۔

جب اس کی اور اس کی قوم کی طغیانی اور سرکشی حد سے گزر گئی۔ اللہ کے ملک میں ان کے فساد کی کوئی انتہا نہ رہی، ان کے عقیدے کھوٹے پیسے جیسے ہو گئے۔ قیامت کے حساب وکتاب کے بالکل منکر بن بیٹھے تو بالآخر اللہ کا عذاب ان پر برس پڑا اور رب نے انہیں تاک لیا اور بیج تک مٹا دیا۔ سب کو اپنے عذاب میں پکڑ لیا اور ایک ہی دن ایک ہی وقت ایک ساتھ دریا برد کر دیا۔ لوگو سوچ لو کہ ظالموں کا کیسا عبرتناک انجام ہوتا ہے؟ ہم نے انہیں دوزخیوں کا امام بنا دیا ہے کہ یہ لوگوں کو ان کاموں کی طرف بلاتے ہیں جن سے وہ اللہ کے عذابوں میں جلیں۔ جو بھی ان کی روش پر چلا اسے وہ جہنم میں لے گئے جس نے رسولوں کو جھٹلایا اور اللہ کو نہ مانا وہ ان کی راہ پر ہے۔ قیامت کے دن بھی ان کی کچھ نہ چلے گی کہیں سے انہیں کوئی امداد نہ پہنچے گی دونوں جہاں میں یہ نقصان اور گھاٹے میں رہیں گے جیسے فرمان ہے ﴿أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ﴾ [2] ہم نے انہیں تہ و بالا کر دیا اور کوئی ان کا مددگار نہ ہوا۔ دنیا میں بھی یہ ملعون ہوئے اللہ کی اور اس کے فرشتوں کی اور اس کے نبیوں کی اور تمام نیک بندوں کی ان پر لعنت ہے جو بھی بھلا آدمی ان کے نام سنے گا ان پر پھٹکار بھیجے گا دنیا میں بھی یہ ملعون ہوئے اور آخرت میں بھی قباحت والے ہوں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿أُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ [3] یہاں بھی پھٹکار وہاں بھی لعنت۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٤٣﴾

ان کے اگلے زمانے والوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسیٰ کو ایسی کتاب عنایت فرمائی جو لوگوں کے لئے دلیل اور ہدایت ورحمت ہو کر آئی تھی تاکہ وہ نصیحت حاصل کر لیں ○

موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی گئی: اس آیت میں ایک لطیف بات یہ ہے کہ فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد والی امتیں اس طرح

---

[1] [سورۃ غافر: آیت ۳۶-۳۷] [2] [محمد: ۱۳]

[3] [هود: ۹۹]

عذاب آسمانی سے ہلاک نہیں ہوئیں بلکہ جس امت نے سرکشی کی اس کی سرکشی کا بدلہ اسی نیک لوگوں کے ہاتھوں اللہ نے اسے دلوایا۔ مومنین مشرکین سے جہاد کرتے رہے۔ جیسے فرمان باری ہے ﴿وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ بِالْخَاطِئَةِ﴾ [1] الخ، یعنی فرعون اور جو امتیں اس سے پہلے ہوئیں اور الٹی ہوئی بستیوں کے رہنے والے یعنی قوم لوط یہ سب لوگ بڑے بڑے قصوروں کے مرتکب ہوئے اور اپنے اپنے زمانے کے رسولوں کی نافرمانیوں پر کمر کس لی تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو بھی بڑی سخت پکڑ سے پکڑ لیا۔ اس گروہ کی ہلاکت کے بعد بھی اللہ کے انعام حضرت موسیٰ کلیم اللہ پر نازل ہوتے رہے۔ جن میں سے ایک بہت بڑے انعام کا ذکر یہاں ہے کہ انہیں تورات ملی۔ اس تورات کے نازل ہونے کے بعد کسی قوم کو آسمان کے یا زمین کے عام عذاب سے ہلاک نہیں کیا گیا سوائے اس بستی کے چند مجرموں کے جنہوں نے اللہ کی حرمت کے خلاف ہفتے کے دن شکار کھیلا تھا اور اللہ نے انہیں سور اور بندر بنا دیا تھا۔ یہ واقعہ بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے۔ جیسے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے اور اس کے بعد ہی آپ نے اپنے قول کی شہادت میں یہی آیت ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا﴾ کی تلاوت فرمائی۔ [2] ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی قوم کو عذاب آسمانی یا زمینی سے ہلاک نہیں کیا۔ ایسے عذاب جتنے آئے آپ سے پہلے ہی پہلے آئے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ پھر تورات کے اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ کتاب لوگوں کو اندھاپے سے، گمراہی سے نکالنے والی تھی اور حق کی ہدایت کرنے والی تھی اور رب کی رحمت تھی نیک اعمال کی ہادی تھی۔ تاکہ لوگ اس سے ہدایت حاصل کریں اور نصیحت بھی۔ اور راہ راست پر آ جائیں۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝
وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ
تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا
وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ
لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا
رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

طور کی مغربی جانب جب کہ ہم نے موسیٰ کو حکم احکام کی وحی پہنچائی تھی نہ تو تو موجود تھا اور نہ تو دیکھنے والوں میں سے تھا ○
لیکن ہم نے بہت سے زمانے پیدا کئے جن پر لمبی مدتیں گزر گئیں اور نہ تو مدین کے رہنے والوں میں سے تھا کہ ان کے

---

[1] [الحاقة : ٩۔ ١٠]

[2] [مسند بزار (٢٢٤٧۔ کشف الاستار)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (١١٢٥٣)، (٨٨/٧)]

سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا بلکہ ہم ہی رسولوں کے بھیجنے والے رہے ○ اور نہ تو طور کی طرف تھا جب کہ ہم نے آواز دی بلکہ یہ تیرے پروردگار کی طرف سے ایک رحمت ہے اس لئے کہ تو ان لوگوں کو ہوشیار کر دے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں پہنچا کیا عجب کہ وہ نصیحت حاصل کر لیں ○ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ انہیں ان کے ہاتھوں آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی تو یہ کہہ اٹھتے کہ اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم تیری آیتوں کی تابعداری کرتے اور ایمان والوں میں سے ہو جاتے ○

پیغمبر ﷺ کی نبوت کی دلیل: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی آخر الزماں ﷺ کی نبوت کی دلیل دیتا ہے کہ ایک وہ شخص جو محض اُمی ہو جس نے ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو جو اگلی کتابوں سے محض نا آشنا ہو جس کی قوم علمی مشاغل سے اور گزشتہ تاریخ سے بالکل بے خبر ہو وہ تفصیل اور وضاحت کے ساتھ کامل فصاحت وبلاغت کے ساتھ بالکل سچے ٹھیک اور صحیح گزشتہ واقعات کو اس طرح بیان کرے جیسے کہ اس کے اپنے چشم دید ہوں اور جیسے کہ وہ خود ان کے ہونے کے وقت وہیں موجود ہو کیا یہ اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے تلقین کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود اپنی وحی کے ذریعہ سے انہیں وہ تمام باتیں بتاتا ہے۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے بھی قرآن نے اس چیز کو پیش کیا ہے اور فرمایا ہے ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ﴾ [1] الخ، جب کہ وہ حضرت مریم صدیقہ کے پالنے کے لئے قلمیں ڈال کر فیصلے کر رہے تھے اس وقت تو ان کے پاس موجود نہ تھا اور نہ تو اس وقت تھا کہ جب کہ وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے پس باوجود عدم موجودگی اور بے خبری کے آپ کا اس طرح اس واقعہ کو بیان کرنا کہ گویا اس وقت آپ وہیں موجود تھے اور آپ کے سامنے ہی تمام واقعات گزر رہے تھے آپ کی نبوت کی کھری دلیل ہے اور صاف نشانی ہے اس امر پر کہ آپ وحی الٰہی سے یہ کہہ رہے ہیں۔ اسی طرح نوح نبی علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما کر فرمایا ﴿تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ﴾ [2] الخ، یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم بذریعہ وحی کے تم تک پہنچا رہے ہیں تو اور تیری ساری قوم اس وحی سے پہلے ان واقعات سے محض بے خبر تھی۔ اب صبر کے ساتھ دیکھتا رہ اور یقین مان کہ اللہ سے ڈرتے رہنے والے ہی نیک انجام ہوتے ہیں۔ سورۂ یوسف کے آخر میں بھی ارشاد ہوا ہے کہ یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم بذریعہ وحی کے تیرے پاس بھیج رہے ہیں تو ان کے پاس اس وقت موجود نہ تھا جب کہ برادرانِ یوسف نے اپنا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور اپنی تدبیروں میں لگ گئے تھے۔ سورۂ طٰہٰ میں عام طور پر فرمایا ﴿كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ﴾ [3] اسی طرح ہم تیرے سامنے پہلے کی خبریں بیان فرماتے ہیں۔ پس یہاں بھی موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ان کی نبوت کی ابتداء وغیرہ اول سے آخر تک بیان فرما کر فرمایا کہ تم اے محمد ﷺ مغربی پہاڑ کی جانب جہاں کے مشرقی درخت میں سے جو وادی کے کنارے تھے اللہ نے اپنے کلیم اللہ علیہ السلام سے باتیں کیں موجود نہ تھے بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعے آپ کو یہ سب معلومات کرائیں۔ تاکہ یہ آپ کی نبوت کی ایک دلیل ہو جائے ان زمانوں پر جو مدتوں سے چلے آ رہے ہیں

---

[1] [آل عمران: ٤٤] [2] [هود: ٤٩] [3] [طه: ٩٩]

اوراللہ کی باتوں کووہ بھول بھال چکے ہیں۔اگلے نبیوں کی وحی ان کے ہاتھوں سے گم ہو چکی ہےاورنہ تومدین میں رہتا تھا کہ وہاں کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کے حالات بیان کرتا جوان میں اوران کی قوم میں واقع ہوئے تھے۔ بلکہ ہم نے بذریعہ وحی کے تجھے یہ سب خبریں پہنچائیں اور تمام جہان کی طرف تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا۔اور نہ طور کے پاس تھا کہ جب ہم نے آواز دی۔نسائی شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آواز دی گئی کہ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم !تم اس سے پہلے کہ مجھ سے مانگو میں نے تمہیں دے دیا اوراس سے پہلے تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کر چکا۔مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم نے تیری امت کو جوابھی باپ دادوں کی پیٹھ میں تھی آواز دی کہ جب تو نبی بنا کر بھیجا جائے تو وہ تیری اتباع کریں۔قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی یہی زیادہ مشابہ اورمطابق ہے کیونکہ اوپر بھی یہی ذکر ہے۔اوپر عام طور پر بیان تھا یہاں خاص طور سے ذکر کیا جیسے اورآیت میں ہے ﴿وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوْسٰۤی﴾ [1] جب کہ تیرے پروردگار نے موسیٰ کوآواز دی اورآیت میں ہے کہ وادی مقدس میں اللہ نے اپنے کلیم کو پکارا [2] اور آیت میں ہے کہ طورا یمن کی طرف سے ہم نے اسے پکارا اورسرگوشیاں کرتے ہوئے اسے اپنا قرب عطافرمایا۔ [3] پھر فرماتا ہے کہ ان میں سے ایک واقعہ بھی نہ تیری حاضری کا ہے نہ تیرا چشم دید ہے بلکہ یہ اللہ کی وحی ہے جواپنی رحمت سے تجھ پر نازل فرمارہاہےاور یہ بھی اس کی رحمت ہے کہ تجھے اپنے بندوں کی طرف اپنا نبی بنا کر بھیجا کہ توان لوگوں کوآگاہ اور ہوشیار کردے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور ہدایت پائیں۔اوراس لئے بھی کہ ان کی کوئی دلیل باقی نہ رہ جائے اورکوئی عذران کے ہاتھ میں نہ رہے یہ اپنے کفر کی وجہ سے عذابوں کوآتا دیکھ کر یہ نہ کہہ سکیں کہ ان کے پاس کوئی رسول آیا ہی نہ تھا جوانہیں راہ راست کی تعلیم دیتا اورجیسے کہ اورجگہ اپنی مبارک کتاب قرآن کریم کے نزول کو بیان فرما کرفرمایا کہ یہ اس لئے ہے کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ کتاب تو ہم سے پہلے کی دونوں جماعت پراتری تھی لیکن ہم تو اس کی درس وتدریس سے بالکل غافل تھے اگرہم پرکتاب نازل ہوتی تو یقیناً ہم ان سے زیادہ راہ راست پرآ جاتے اب بتاؤ کہ خودتمہارے پاس بھی تمہارے رب کی دلیل اور ہدایت ورحمت آچکی۔ [4] اورآیت میں ہے رسول ہیں خوشخبریاں دینے والے ڈرانے والے تاکہ ان رسولوں کے بعدکسی کی کوئی حجت اللہ پر باقی نہ رہ جائے۔ [5] اورآیت میں فرمایا:﴿یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ عَلٰی فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ﴾ [6] الخ ‘اے اہل کتاب اس زمانہ میں جورسولوں کی عدم موجودگی کا چلاآرہاتھاہمارارسول تمہارے پاس آچکا اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے پاس کوئی بشیرونذیرنہیں پہنچالوخوشخبری دینے والااورڈرانے والاتمہارے پاس اللہ کی طرف سے آپہنچا۔اورآیتیں بھی اس مضمون کی بہت سی ہیں غرض رسول آچکےاورتمہارایہ عذرکٹ گیا کہ اگررسول آتے توہم اس کی مانتے اورمومن ہوجاتے۔

---

[1] [الشعراء : ١٠]
[2] [النازعات : ١٦]
[3] [سورة مريم : آيت ٥٢]
[4] [سورة الانعام : آيت ١٥٦-١٥٧]
[5] [سورة النسآء : آيت ١٦٥]
[6] [سورة المائده : آيت ١٩]

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۟ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ ع وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ ؕ

پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہنے لگے یہ وہ کیوں نہیں دیا گیا جیسے دیئے گئے تھے موسیٰ (علیہ السلام) اچھا تو کیا موسیٰ کو جو کچھ دیا گیا تھا اس کے ساتھ لوگوں نے کفر نہیں کیا تھا' صاف کہا تھا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور ہم تو ان سب کے منکر ہیں ○ کہہ دے کہ اگر سچے ہو تو تم بھی اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو میں اسی کی پیروی کروں گا اگر تم سچے ہو ○ پھر اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کر لے کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی رہنمائی کے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○ ہم برابر پے در پے لوگوں کے لئے اپنا کلام لاتے رہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ○

معجزات دیکھ کر بھی کفر و تکذیب: پہلے بیان ہوا کہ اگر نبیوں کے بھیجنے سے پہلے ہی ہم ان پر عذاب بھیج دیتے تو ان کی یہ بات رہ جاتی کہ اگر رسول ہمارے پاس آتے تو ہم ضرور ان کی مانتے اس لئے ہم نے رسول بھیجے۔ بالخصوص رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کو آخر الزمان رسول بنا کر بھیجا۔ جب حضور ﷺ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے آنکھیں پھیر لیں منہ موڑ لیا اور تکبر و عناد کے ساتھ ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ کہنے لگے کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت سے معجزات دیئے گئے تھے جیسے لکڑی اور ہاتھ' طوفان' ٹڈیاں' جوئیں' مینڈک' خون اور اناج کی' پھلوں کی کمی وغیرہ جن سے دشمنان الٰہی تنگ آ گئے اور دریا کو چیرنا اور ابر کا سایہ کرنا اور من و سلویٰ کا اتارنا وغیرہ جو زبردست اور بڑے بڑے معجزے تھے انہیں کیوں نہیں دیئے گئے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ لوگ جس واقعہ کو مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں اور جس جیسے معجزے طلب کر رہے ہیں یہ خود انہی معجزوں کو کلیم اللہ کے ہاتھوں ہوتے ہوئے دیکھ کر بھی کون سا ایمان لائے تھے؟ جو ان کے ایمان کی کوئی تمنا کرے؟ انہوں نے تو ان تمام معجزوں کو دیکھ کر صاف کہا تھا کہ یہ دونوں بھائی ہمیں اپنے بڑوں کی تابعداری سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ اور اپنی بڑائی ہم سے منوانا چاہتے ہیں ہم تو ہرگز انہیں مان کر نہیں دیں گے دونوں نبیوں کو جھٹلاتے رہے آخر انجام ہلاک کر دیئے گئے تو فرمایا کہ ان کے بڑے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے انہوں نے خود موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر کیا تھا اور ان معجزوں کو

دیکھ کر صاف کہہ دیا تھا کہ یہ دونوں بھائی جادوگر ہیں۔ آپس میں متفق ہو کر ہمیں زیر کرنے اور خود کو بڑا بننے کے لئے آئے ہیں ہم تو ان دونوں میں سے کسی کی بھی نہیں ماننے کے۔ یہاں گو ذکر صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے لیکن چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام ان کے ساتھ ایسے گھل مل گئے تھے کہ گویا دونوں ایک تھے تو ایک کے ذکر کو ہی دوسرے کے ذکر کے لئے کافی سمجھا' جیسے کسی شاعر کا قول ہے کہ جب میں کسی جگہ کا ارادہ کرتا ہوں تو میں نہیں جانتا کہ وہاں مجھے نفع ملے گا یا میرا نقصان ہوگا؟ تو یہاں بھی شاعر نے خیر کا لفظ تو کہا ہے مگر شر کا لفظ بیان نہیں کیا کیونکہ خیر و شر دونوں کی ملازمت و مقاربت اور مصاحبت ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں یہودیوں نے قریش سے کہا کہ تم یہ اعتراض حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کرو انہوں نے کیا اور جواب پا کر خاموش ہو رہے ایک قول یہ بھی ہے کہ دونوں جادوگروں سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن اس تیسرے قول میں تو بہت ہی بعد ہے اور دوسرے قول سے بھی پہلا قول مضبوط اور عمدہ ہے اور بہت قوی ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ مطلب ﴿سَاحِرَانِ﴾ کی قرأت پر ہے اور جن کی قرات ﴿سِحْرَانِ﴾ ہے وہ کہتے ہیں مراد تورات اور قرآن ہے۔ جو ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں۔ کوئی کہتا ہے مراد تورات و انجیل ہے۔ کسی کا قول ہے کہ انجیل اور قرآن مراد ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔ لیکن اس قرأت پر بھی ظاہری تورات وقرآن کے معنی ٹھیک ہیں کیونکہ اس کے بعد ہی فرمان اللہ ہے کہ تم ہی ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی کوئی کتاب اللہ کے ہاں سے لاؤ جس کی میں تابعداری کروں گا۔ تورات وقرآن کو اکثر ایک ہی جگہ قرآن کریم میں بیان فرمایا گیا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ﴾ پس یہاں تورات کے معنی نور وہدایت ہونے کا ذکر فرما کر پھر فرمایا ﴿وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ﴾ [1] اور اس کتاب کو بھی ہم نے ہی بابرکت بنا کر اتارا ہے۔ اور سورت کے آخر میں فرمایا ﴿ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ﴾ [2] پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور فرمایا ہے اس ہماری اتاری ہوئی مبارک کتاب کی تم پیروی کرو اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ جنات کا قول قرآن میں ہے کہ انہوں نے کہا ہم نے وہ کتاب سنی جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی ہے جو اپنے سے پہلے کی اور الہامی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ ورقہ بن نوفل کا مقولہ حدیث کی کتابوں میں مروی ہے کہ انہوں نے کہا تھا یہ وہی اللہ کے راز داں بھیدی ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آپ کی طرف بھیجے گئے ہیں جس شخص نے غائر نظر سے علم دین کا مطالعہ کیا ہے اس پر یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ آسمانی کتابوں میں سب سے زیادہ عظمت وشرافت والی' عزت وکرامت والی کتاب تو یہی قرآن مجید' فرقان حمید ہے جو اللہ تعالیٰ حمید ومجید نے اپنے رؤف ورحیم نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی' اس کے بعد تورات شریف کا درجہ ہے جس میں ہدایت ونور تھا جس کے مطابق انبیاء علیہم السلام اور ان کے ماتحت حکم احکام جاری کرتے رہے۔ انجیل تو صرف توراۃ کو تمام کرنے والی اور بعض حرام کو حلال کرنے والی تھی اس لئے یہاں فرمایا کہ ان دونوں کتابوں سے بہتر کتاب

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۹۱-۹۲]
[2] [سورۃ الانعام: آیت ۱۵٤]

اگر تم اللہ کے ہاں سے لاؤ تو میں اس کی تابعداری کے لئے آمادہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ جو آپ کہتے ہیں وہ بھی اگر یہ نہ کریں اور نہ آپ کی تابعداری میں آئیں تو جان لے کہ دراصل انہیں دلیل وبرہان کی کوئی حاجت ہی نہیں۔ یہ صرف جھگڑالو ہیں۔ اور خواہش پرست ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ خواہش کے پابند لوگوں سے جو اللہ کی ہدایت سے خالی ہوں بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔ اس میں انہماک کر کے جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں وہ آخر تک راہ راست سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ہم نے ان کے لئے تفصیلی قول بیان کر دیا واضح کر دیا اگلی پچھلی باتیں بیان کر دیں قریشیوں کے سامنے سب کچھ ظاہر کر دیا۔ بعض مراد اس سے رفاعہ لیتے ہیں اور ان کے ساتھ کے اور نو آدمی۔ یہ رفاعہ حضرت صفیہ بنت حیی کے ماموں ہیں، جنہوں نے تمیمہ بنت وہب کو طلاق دی تھی جن کا دوسرا نکاح عبدالرحمان بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓىٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ٘ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ٘ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ ﴿۵۵﴾

جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب عنایت فرمائی وہ تو اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں ○ جب اس کی آیتیں ان کے پاس پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ اس کے ہمارے رب کی طرف سے اور حق ہونے پر ہمارا ایمان ہے ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان ہیں ○ یہ اپنے کیئے ہوئے صبر کے بدلے دوہرا دوہرا اجر دیئے جائیں گے یہ نیکی سے بدی کو ٹال دیتے ہیں اور ہم نے جو انہیں دے رکھا ہے یہ بھی دیتے رہتے ہیں ○ اور جب بے ہودہ بات کان میں پڑتی ہے تو اس سے کنارہ کر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے عمل ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے تم پر سلام ہو ہم جاہلوں کی ہم نشینی کے طالب نہیں ○

اہل کتاب کے نیک ومومن علماء: اہل کتاب کے علماء جو درحقیقت اللہ کے دوست تھے ان کے پاکیزہ اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ قرآن کو مانتے ہیں جیسے فرمان ہے جنہیں ہم نے کتاب دی ہے اور وہ سمجھ بوجھ کر پڑھتے ہیں ان کا تو اس قرآن پر ایمان ہے۔ اور آیت میں ہے بعض اہل کتاب ایسے بھی ہیں جو اللہ کو مان کر تمہاری طرف نازل شدہ کتاب اور اپنی طرف اتری ہوئی کتاب کو بھی مانتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جگہ ہے پہلے کے اہل کتاب ایسے بھی ہیں کہ ہمارے اس قرآن کی آیتیں سن کر سجدوں میں گر پڑتے ہیں اور زبان سے کہتے ہیں کہ ﴿سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا﴾ [1] اور آیت میں ہے ﴿وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصَارٰى﴾ [2] الخ یعنی مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں سے قریب تر انہیں پاؤ گے جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں اس لیے کہ ان میں علماء اور مشائخ ہیں اور یہ لوگ

---

[1] [سورۃ الاسراء: آیت ۱۰۷-۱۰۸]
[2] [سورۃ المائدہ : آیت ۸۲]

کبروغرور سے خالی ہیں اور قرآن کو سن کر رو دیتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے اے اللہ ہمیں بھی اپنے دین کا ماننے والا لکھ لے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جن کے حق میں یہ فرمایا گیا ہے یہ ستر بزرگ علماء تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نجاشی شاہ حبشہ کے بھیجے ہوئے آئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سورۂ یاسین سنائی جسے سن کر یہ رونے لگے اور مسلمان ہوگئے۔ انہی کے بارے میں یہ آیتیں اتریں۔ کہ یہ انہیں سنتے ہی اپنے موحد مخلص ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور قبول کر کے مومن مسلم بن جاتے ہیں۔ ان کی ان صفتوں پر اللہ تعالیٰ بھی انہیں دوہرا اجر دیتا ہے ایک پہلی کتاب کو ماننے کا دوسرا اس قرآن کو تسلیم وتعمیل کرنے کا۔ یہ اتباع حق پر ثابت قدمی کرتے ہیں جو دراصل ایک مشکل اور اہم کام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین قسم کے لوگوں کو دوہرا اجر ملتا ہے اہل کتاب جو اپنے نبی کو مان کر پھر مجھ پر بھی ایمان لائے۔ غلام مملوک جو اپنے مجازی آقا کی فرماں برداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائیگی بھی کرتا رہے۔ اور وہ شخص جس کے پاس کوئی لونڈی ہو جسے وہ ادب وعلم سکھائے پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے۔ [1] قاسم بن ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ والے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے ساتھ ہی اور بالکل پاس ہی تھا۔ آپ نے بہت بہترین باتیں ارشاد فرمائیں جن میں یہ بھی فرمایا کہ یہود ونصاریٰ میں سے جو مسلمان ہو جائے اسے دوہرا اجر ہے اور اس کے عام مسلمان کے برابر حقوق ہیں۔ [2] پھر ان کے نیک اوصاف بیان ہورہے ہیں کہ یہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں، درگزر کر دیتے ہیں اور نیک سلوک ہی کرتے ہیں اور اپنی حلال روزیاں اللہ کے نام خرچ کرتے ہیں اپنے بال بچوں کا پیٹ بھی پالتے ہیں زکوٰۃ صدقات وخیرات میں بھی بخیلی نہیں کرتے۔ لغویات سے بچے ہوئے رہتے ہیں ایسے لوگوں سے دوستیاں نہیں کرتے، ایسی مجلسوں سے دور رہتے ہیں بلکہ اگر کبھی اچانک گزر ہو بھی جائے تو بزرگانہ طور پر ہٹ جاتے ہیں، ایسوں سے میل جول الفت محبت نہیں کرتے صاف کہہ دیتے ہیں کہ تمہاری کرنی تمہارے ساتھ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ۔ یعنی جاہلوں کی سخت کلامی بھی برداشت کر لیتے ہیں انہیں ایسا جواب نہیں دیتے کہ وہ اور بھڑکیں بلکہ چشم پوشی کر لیتے ہیں اور اکثر کترا کر نکل جاتے ہیں چونکہ خود پاک نفس ہیں اس لئے پاکیزہ کلام ہی منہ سے نکالتے ہیں۔ کہہ دیتے ہیں کہ تم پر سلام ہو، ہم نہ جاہلانہ روش پر چلیں نہ جہالت کی چال کو پسند کریں۔ امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حبشہ سے تقریباً بیس نصرانی آئے۔ آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العلم : باب تعلیم الرجل امته واهله (۹۷)، (۳۰۱۱) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد الی جمیع الناس ونسخ الملل بملته (۳۸۵۔ ۱۵۴) ترمذی : کتاب النکاح : باب ماجاء فی الفضل فی ذلك (۱۱۱٦) ابن ماجه : کتاب النکاح : باب الرجل یعتق امة ثم یتزوجها (۱۹۵٦) نسائی : کتاب النکاح : باب عتق الرجل جاریته ثم یتزوجها (۳۳٤٤) مسند احمد (۳۹٥/٤)]

[2] [صحیح : مسند احمد (۲٥۹/٥) طبرانی کبیر (۱۹۰/۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ البتہ یہ سند ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۲۲۳٤)]

تھے یہیں یہ بھی بیٹھ گئے اور بات چیت شروع کی اس وقت قریشی اپنی اپنی بیٹھکوں میں کعبہ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان عیسائی علماء نے جب سوالات اور جوابات کر لئے ان کی تشفی ہوگئی تو آپ نے دین اسلام ان کے سامنے پیش کیا اور قرآن کریم کی تلاوت کر کے انہیں سنائی چونکہ یہ لوگ پڑھے لکھے سنجیدہ اور روشن دماغ تھے قرآن نے ان کے دلوں پر اثر کیا اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ انہوں نے فوراً دین اسلام قبول کر لیا اللہ پر اور اللہ کے رسول پر ایمان لائے۔ کیونکہ حضور ﷺ کی جو صفتیں انہوں نے اپنی آسمانی کتابوں میں پڑھی تھیں سب آپ میں موجود پائیں۔ جب یہ لوگ آپ کے پاس سے جانے لگے تو ابوجہل بن ہشام ملعون اپنے آدمیوں کو لئے ہوئے انہیں راستے میں ملا اور تمام قریشیوں نے مل کر انہیں طعنے دینے شروع کئے اور برا بھلا کہنے لگے کہ تم سے بدترین وفد کسی قوم کا ہم نے نہیں دیکھا تمہاری قوم نے تمہیں اس شخص کے حالات معلوم کرنے کیلئے بھیجا یہاں تم نے آبائی مذہب کو چھوڑ دیا اور ایسا رنگ تم پر چڑھا کہ ذرا سی دیر میں اپنے دین کو ترک کر کے دین بدل دیا اور اسی کا کلمہ پڑھنے لگے تم سے زیادہ احمق ہم نے تو کسی کو نہیں پایا وغیرہ۔ انہوں نے ٹھنڈے دل سے یہ سب سن لیا اور جواب دیا کہ ہم تمہارے ساتھ جاہلانہ باتیں کرنا ناپسند کرتے ہیں ہمارا دین ہمارے ساتھ تمہارا مذہب تمہارے ساتھ۔ ہم نے جس بات میں اپنی بھلائی دیکھی اسے قبول کر لیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ وفد نجران کے نصرانیوں کا تھا۔ واللہ اعلم۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیتیں انہی کے بارے میں اتری ہیں۔ حضرت زہری رحمہ اللہ سے ان آیتوں کا شان نزول پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں تو اپنے علماء سے یہی سنتا چلا آیا ہوں کہ یہ آیتیں نجاشی اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں اتری ہیں۔ اور سورۂ مائدہ کی آیتیں ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا﴾ سے ﴿مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ [1] تک کی آیتیں بھی انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ۭ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ
حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

تو جسے چاہے ہدایت نہیں کر سکتا بلکہ اللہ ہی جسے چاہے ہدایت کرتا ہے ہدایت والوں سے وہی خوب آگاہ ہے ○ کہنے لگے اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر ہدایت کے تابعدار بن جائیں تو ہم تو اپنے ملک سے اچک لئے جائیں' کیا ہم نے انہیں امن و امان اور حرمت والے حرم میں جگہ نہیں دی؟ جہاں تمام چیزوں کے پھل کھچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس بطور رزق کے ہیں لیکن ان میں سے اکثر کچھ نہیں جانتے ○

ہدایت صرف اللہ کے ہاتھ میں: اے نبی ﷺ کسی کا ہدایت قبول کرنا تمہارے قبضے کی چیز نہیں۔ آپ پر تو

[1] [سورۃ المائدۃ : آیت ۸۲۔۸۳]

صرف پیغام اللہ کے پہنچا دینے کا فریضہ ہے۔ ہدایت کا مالک اللہ ہے وہ اپنی حکمت کے ساتھ جسے چاہے قبول ہدایت کی توفیق بخشتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ﴾ [1] تیرے ذمے ان کی ہدایت نہیں وہ چاہے تو ہدایت بخشے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَآ أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾ [2] گو تو ہر چند طمع کرے لیکن ان میں اکثر ایماندار نہیں ہوتے کہ یہ اللہ کے ہی علم میں ہے کہ مستحق ہدایت کون ہے؟ اور مستحق ضلالت کون ہے؟ بخاری و مسلم میں ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب کے بارے میں اتری ہے جو آپ کا بہت طرفدار تھا اور ہر موقعہ پر آپ کی مدد کرتا رہتا تھا اور آپ کا ساتھ دیتا تھا۔ اور دل سے محبت کرتا تھا لیکن یہ محبت بوجہ رشتہ داری کے طبعی تھی شرعاً نہ تھی۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو حضرت محمد ﷺ نے اسے اسلام میں آنے کی دعوت دی اور ایمان لانے کی رغبت دلائی لیکن تقدیر کا لکھا اور اللہ کا چاہا غالب آیا یہ ہاتھوں میں سے پھسل گیا اور اپنے کفر پر اڑا رہا۔ حضور ﷺ اس کے انتقال کے وقت اس کے پاس آئے۔ ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ کہو میں اس کی وجہ سے اللہ کے ہاں تیرا اسفارشی بن جاؤں گا۔ ابو جہل اور عبداللہ کہنے لگے ابو طالب! کیا تو اپنے باپ عبدالمطلب کے مذہب سے پھر جائے گا؟ اب حضور ﷺ سمجھاتے اور دونوں اسے روکتے یہاں تک کہ آخر کلمہ اس کی زبان سے یہی نکلا کہ میں یہ کلمہ نہیں پڑھتا اور میں عبدالمطلب کے مذہب پر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بہتر ہے میں تیرے لئے رب سے استغفار کرتا رہوں گا یہ اور بات ہے کہ میں روک دیا جاؤں اللہ مجھے منع فرما دے۔ لیکن اسی وقت آیت اتری کہ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبٰى﴾ [3] یعنی نبی ﷺ کو اور مومنوں کو ہرگز یہ بات سزاوار نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں گو وہ ان کے نزدیکی قرابتدار ہی کیوں نہ ہوں' اور اسی ابو طالب کے بارے میں آیت ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي﴾ بھی نازل ہوئی (صحیح مسلم وغیرہ) [4] ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ابو طالب کے مرض الموت میں حضور ﷺ نے اس سے کہا کہ چچا ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ کہہ لو میں اس کی گواہی قیامت کے دن دے دوں گا تو اس نے کہا اگر مجھے اپنے خاندان قریش کے اس طعنے کا خوف نہ ہوتا کہ اس نے موت کی گھبراہٹ کی وجہ سے یہ کہہ لیا تو میں اسے کہہ کر تیری آنکھوں کو ٹھنڈی کر دیتا مگر پھر بھی اسے صرف تیری خوشی کے لئے کہتا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ [5] دوسری روایت میں ہے کہ آخر اس نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ میرے بھتیجے میں تو اپنے بڑوں کی روش پر ہوں۔ اور اسی بات پر اس کی موت ہوئی کہ وہ عبدالمطلب کے مذہب پر ہے۔ قیصر کا قاصد جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر

---

[1] [البقرہ : ۲۷۲] [2] [یوسف : ۱۰۳] [3] [التوبہ : ۱۱۳]

[4] [صحيح : صحيح بخارى : كتاب مناقب انصار : باب قصة ابى طالب (٣٨٨٤) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب الدليل على صحة اسلام من حضره الموت (٢٤ ـ ٣٩) مسند احمد (٤٣٣/٥)]

[5] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب الدليل على صحة اسلام من حضره الموت (٢٥) ترمذی : كتاب تفسير القران (١٣٨٨)]

ہوا اور قیصر کا خط خدمت نبوی میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے اسے اپنی گود میں رکھ کر اس سے فرمایا تو کس قبیلے سے ہے؟ اس نے کہا تیرج قبیلے کا میں آدمی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا تیرا قصد ہے کہ تو اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر آجائے؟ اس نے جواب دیا کہ میں جس قوم کا قاصد ہوں جب تک ان کے پیغام کا جواب انہیں نہ پہنچا دوں ان کے مذہب کو نہیں چھوڑ سکتا۔ تو آپ ﷺ نے مسکرا کر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھ کر یہی آیت پڑھی۔ [1] مشرکین اپنے ایمان نہ لانے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ ہم آپ کی لائی ہوئی ہدایت کو مان لیں تو ہمیں ڈر لگتا ہے کہ اس دین کے مخالف جو ہمارے چاروں طرف ہیں اور تعداد میں، مال میں ہم سے بہت زیادہ ہیں۔ وہ ہمارے دشمن جان بن جائیں گے۔ اور ہمیں تکلیفیں پہنچائیں گے اور ہمیں برباد کر دیں گے۔ اللہ فرماتا ہے کہ یہ حیلہ بھی ان کا غلط ہے اللہ نے انہیں حرم محترم میں رکھا جہاں شروع دنیا سے اب تک امن وامان رہا ہے، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حالت کفر میں تو یہ یہاں امن سے رہیں اور جب اللہ کے سچے دین کو قبول کریں تو امن اٹھ جائے؟ یہی تو وہ شہر ہے کہ طائف وغیرہ مختلف مقامات سے پھل فروٹ، سامان اسباب، مال تجارت وغیرہ کی آمد و رفت یہاں بکثرت رہتی ہے۔ تمام چیزیں یہاں کھنچتی چلی آتی ہیں اور ہم انہیں بیٹھے بٹھائے روزیاں پہنچا رہے ہیں لیکن ان کی اکثریت بے علم ہے۔ اسی لئے ایسے رکیک حیلے اور بے جا عذر پیش کرتے ہیں۔ مروی ہے کہ یہ کہنے والا حارث بن عامر بن نوفل تھا۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵۸ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝۵۹

ہم نے بہت سی وہ بستیاں تباہ کر دیں جو اپنی عیش وعشرت میں اترانے لگی تھیں۔ یہ ہیں ان کی رہائش کی جگہیں جو ان کے بعد بہت ہی کم آباد کی گئیں اور ہم ہی ہیں آخر سب کچھ لے لینے والے ○ تیرا رب کسی ایک بستی کو بھی اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان کی کسی بڑی بستی میں اپنا کوئی پیغمبر نہ بھیج دے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنا دے، ہم تو بستیوں کو اسی وقت ہلاک کرتے ہیں جب کہ وہاں والے ظلم وستم پر کمر کس لیں ○

اہل مکہ کو تنبیہ: اہل مکہ کو ہوشیار کیا جاتا ہے کہ جو اللہ کی بہت سی نعمتیں حاصل کر کے اترا رہے تھے اور سرکشی اور بڑائی کرتے تھے اور اللہ سے کفر کرتے تھے نبی ﷺ کا انکار کرتے تھے اللہ کی روزیاں کھاتے اور اس کی نمک حرامی کرتے تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے اس طرح تباہ و برباد کیا کہ آج کوئی ان کا نام لیوا اور پانی دینے والا نہیں رہا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً﴾ [2] الخ' یہاں فرماتا ہے کہ ان

---

[1] **[ضعیف** : مسند احمد (۳/۴۴۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند سعید بن ابی راشد کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۵۶۵۵)]

[2] [النحل : ۱۱۲-۱۱۳]

کی اجڑی ہوئی بستیاں اب تک اجڑی پڑی ہیں۔ کچھ یونہی سی آبادی اگر چہ ہوگئی ہو لیکن دیکھو ان کے کھنڈرات سے آج تک وحشت برس رہی ہے ہم ہی ان کے مالک رہ گئے ہیں۔ حضرت کعب (تابعی) رحمہ اللہ کا قول ہے کہ الو سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تو کھیتی اناج کیوں نہیں کھاتا؟ اس نے کہا اس لئے کہ اسی کے باعث حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے۔ پوچھا پانی کیوں نہیں پیتا؟ کہا اس لئے کہ قوم نوح اسی میں ڈبو دی گئی۔ پوچھا ویرانے میں کیوں رہتا ہے؟ کہا اس لئے کہ وہ اللہ کی میراث میں ہے۔ پھر حضرت کعب رحمہ اللہ نے ﴿وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ﴾ پڑھا۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے عدل وانصاف کو بیان فرما رہا ہے کہ وہ کسی کو ظلم سے ہلاک نہیں کرتا پہلے ان پر اپنی حجت ختم کرتا ہے ان کا عذر دور کرتا ہے رسولوں کو بھیج کر اپنا کلام ان تک پہنچاتا ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عام تھی آپ ام القریٰ میں مبعوث ہوئے تھے اور تمام عرب وعجم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ جیسے فرمان ہے ﴿لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ [1] تا کہ تو مکہ والوں کو اور دوسرے شہر والوں کو ڈرا دے۔ اور فرمایا ﴿قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ [2] کہہ دے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آیت میں ہے ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ﴾ [3] تا کہ اس قرآن سے میں تمہیں بھی ڈرا دوں اور ہر اس شخص کو جس تک یہ قرآن پہنچے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ﴾ [4] اس قرآن کے ساتھ دنیا والوں میں سے جو بھی کفر کرے اس کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔ اور جگہ اللہ کا فرمان ہے ﴿وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا﴾ [5] الخ، یعنی تمام بستیوں کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک کرنے والے ہیں یا سخت عذاب کرنے والے ہیں۔ پس خبر دی کہ قیامت سے پہلے وہ سب بستیوں کو برباد کر دے گا۔ اور آیت میں ہے کہ ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے۔ [6] پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو عام کر دیا اور تمام جہان کے لئے کر دیا اور مکے میں جو کہ تمام دنیا کا مرکز ہے آپ کو مبعوث فرما کر ساری دنیا پر اپنی حجت ختم کر دی۔ بخاری ومسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ میں تمام سیاہ وسفید کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ [7] اسی لئے نبوت ورسالت کو آپ پر ختم کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے قیامت تک نہ کوئی نبی آئے گا نہ رسول۔ کہا گیا ہے کہ مراد ((اُمُّ الْقُرٰى)) سے اصل اور بڑا قریہ ہے۔

---

1. [الانعام: ۹۲]
2. [الاعراف: ۱۵۸]
3. [الانعام: ۱۹]
4. [ھود: ۱۷]
5. [الاسراء: ۵۸]
6. [الاسراء: ۱۵]
7. [صحیح: صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب المساجد ومواضع الصلوۃ (۵۲۱) مسند احمد (۱/۲۵۰۔۳۰۱)]

وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۞ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۞

تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ صرف دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اسی کی رونق ہے' ہاں اللہ کے پاس جو ہے وہ بہت بہتر اور دیر پا ہے۔ کیا تم نہیں سمجھتے ○ کیا وہ شخص جس سے ہم نے نیک وعدہ کیا ہے جسے وہ قطعاً پانے والا ہے مثل اس شخص کے ہو سکتا ہے؟ جسے ہم نے زندگانی دنیا کی کچھ یونہی سی منفعت دے دی پھر بالآخر وہ پکڑا باندھا حاضر کیا جائے گا ○

آخرت کی نعمتیں ابدی ہیں: اللہ تعالیٰ دنیا کی حقارت اس کی رونق کی قلت و ذلت' اس کی ناپائیداری' بے ثباتی اور برائی بیان فرما رہا ہے اور اس کے مقابلہ میں آخرت کی نعمتوں کی پائیداری' دوام' عظمت اور قیام کا ذکر فرما رہے ہیں۔ جیسے ارشاد ہے ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ [1] تمہارے پاس جو کچھ ہے فنا ہونے والا ہے اور اللہ کے پاس تمام چیزیں بقا والی ہیں۔ اللہ کے پاس جو ہے وہ نیک لوگوں کے لئے بہت ہی بہتر اور عمدہ ہے۔ آخرت کے مقابلے میں دنیا تو کچھ بھی نہیں۔ لیکن افسوس کہ لوگ دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور آخرت سے غافل ہو رہے ہیں جو بہت بہتر اور بہت باقی رہنے والی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی سمندر میں انگلی ڈبو کر نکال لے پھر دیکھ لے کہ اس کی انگلی پر جو پانی چڑھا ہوا ہے وہ سمندر کے مقابلے میں کتنا کچھ ہے [2] افسوس کہ اس پر بھی اکثر لوگ اپنی کم علمی اور بے علمی کے باعث دنیا کے متوالے ہو رہے ہیں۔ خیال کر لو کیا ایک تو وہ جو اللہ پر' اللہ کے نبی پر ایمان و یقین رکھتا ہو اور ایک وہ جو ایمان نہ لایا ہو نتیجے کے اعتبار سے برابر ہو سکتے ہیں؟ ایمان والے کے ساتھ تو اللہ کا جنت کا اور اپنی بے شمار ان گنت غیر فانی نعمتوں کا وعدہ ہے اور کافر کے ساتھ وہاں کے عذابوں کا ڈراوا ہے گو دنیا میں کچھ روز عیش ہی منا لے۔ مروی ہے کہ یہ آیت حضور ﷺ اور ابوجہل ملعون کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حمزہ' علی اور ابوجہل کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ آیت عام ہے جیسے اللہ کا فرمان ہے کہ جنتی مومن اپنے جنت کے درجوں سے جھانک کر جہنمی کافر کو جہنم کے جیل خانہ میں دیکھ کر کہے گا کہ ﴿لَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ﴾ [3] اگر مجھ پر میرے رب کا انعام نہ ہوتا تو میں بھی ان عذابوں میں پھنس جاتا۔ اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ

---

[1] [سورۃ النحل: آیت ۹۶]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: كتاب الجنة ونعيمها: باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة (۲۸۵۸) ابن ماجه: كتاب الزهد: باب مثل الدنيا (۴۱۰۸) ترمذی: كتاب الزهد: باب منه (۲۳۲۳)]

[3] [سورۃ الصافات: آیت ۵۷]

﴿لَمُحۡضَرُوۡنَ﴾ (۱) جنات کو یقین ہے کہ وہ حاضر کیے جانے والوں میں سے ہیں۔

وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ اَيۡنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيۡنَ كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِيۡنَ حَقَّ
عَلَيۡهِمُ الۡقَوۡلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيۡنَ اَغۡوَيۡنَا ۚ اَغۡوَيۡنٰهُمۡ كَمَا غَوَيۡنَا ۚ تَبَرَّاۡنَاۤ اِلَيۡكَ ۗ مَا
كَانُوۡۤا اِيَّانَا يَعۡبُدُوۡنَ ﴿۶۳﴾ وَقِيۡلَ ادۡعُوۡا شُرَكَآءَكُمۡ فَدَعَوۡهُمۡ فَلَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهُمۡ وَرَاَوُا
الۡعَذَابَ ۚ لَوۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۶۴﴾ وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ مَاذَاۤ اَجَبۡتُمُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۶۵﴾
فَعَمِيَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡاَنۡۢبَآءُ يَوۡمَئِذٍ فَهُمۡ لَا يَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۶۶﴾ فَاَمَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ
صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنۡ يَّكُوۡنَ مِنَ الۡمُفۡلِحِيۡنَ ﴿۶۷﴾

جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکار کر فرمائے گا کہ تم جنہیں اپنے گمان میں میرا شریک ٹھہرا رہے تھے کہاں ہیں؟○ جن پر بات آ چکی وہ جواب دیں گے کہ اے ہمارے پروردگار یہی وہ ہیں جنہیں ہم نے بہکا رکھا تھا' ہم نے انہیں اسی طرح بہکایا جس طرح ہم بہکے تھے' ہم تیری سرکار میں اپنی دستبرداری کرتے ہیں یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے○ کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ وہ بلائیں گے لیکن انہیں وہ جواب تک نہ دیں گے اور یہ سب عذاب دیکھ لیں گے۔کاش یہ لوگ ہدایت پا لیتے○ اس دن انہیں بلا کر پوچھے گا کہ تم نے نبیوں کو کیا جواب دیا؟○ پھر تو ان پر اس دن تمام خبریں اندھی ہو جائیں گی اور ایک دوسرے سے سوال تک نہ کریں گے○ ہاں جو شخص توبہ کر لے' ایمان لے آئے اور نیک کام کرے یقین ہے کہ وہ نجات پانے والوں میں سے ہو جائے گا○

کہاں ہیں تمہارے خود ساختہ معبود؟ مشرکوں کو قیامت کے دن پکار کر سامنے کھڑا کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا کہ دنیا میں جنہیں تم میرے سوا پوجتے رہے جن بتوں اور پتھروں کو مانتے رہے ہو وہ کہاں ہیں؟ انہیں پکارو اور دیکھو کہ وہ تمہاری کچھ مدد کرتے ہیں؟ یا وہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں؟ یہ صرف بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ہوگا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدۡ جِئۡتُمُوۡنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقۡنٰكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ (۲) الخ، یعنی ہم تمہیں ویسے ہی تنہا تنہا اور ایک ایک کر کے لائیں گے جیسے ہم نے اول دفعہ پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا دلایا وہ سب تم اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے۔ ہم تو آج تمہارے ساتھ کسی سفارشی کو بھی نہیں دیکھتے جنہیں تم شریک الٰہی ٹھہرائے ہوئے تھے۔ تم میں ان میں کوئی لگاؤ نہیں رہا اور تمہارے گمان کردہ شریک سب آج تم سے کھوئے ہوئے ہیں۔ جن پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی یعنی شیاطین اور سرکش لوگ اور کفر کے بانی اور شرک کی طرف لوگوں کو بلانے والے یہ سب بڑے بڑے لوگ اس دن کہیں گے کہ اے اللہ ہم نے انہیں گمراہ کیا اور انہوں نے ہماری کفریہ باتیں سنیں' اور مانیں' جیسے ہم بہکے ہوئے تھے انہیں بھی ہم نے بہکایا۔ ہم ان کی عبادت سے تیرے سامنے اپنی بیزاری کا اظہار

---

(۱) [سورۃ الصافات: آیت ۱۵۸]

(۲) [سورۃ الانعام: آیت ۹۴]

کرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً﴾ [1] الخ، انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لئے تاکہ وہ ان کے لئے باعث عزت بنیں۔ لیکن ایسا نہیں ہونے کا یہ تو ان کی عبادت سے بھی انکار کر جائیں گے اور الٹے ان کے دشمن بن جائیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ [2] الخ، اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتا ہے جو قیامت کی گھڑی تک انہیں جواب نہ دے سکیں اور وہ ان کی پکار سے بھی غافل ہوں۔ اور قیامت کے دن لوگوں کے حشر کے موقعہ پر ان کے دشمن بن جائیں اور اس بات سے صاف انکار کر دیں کہ انہوں نے ان کی عبادت کی تھی۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ تم نے جن بتوں کی پوجا پاٹ شروع کر رکھی ہے ان سے صرف دنیا کی ہی دوستی ہے قیامت کے دن تو تم سب ایک دوسرے کے منکر ہو جاؤ گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے۔ اور آیت میں ہے ﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا﴾ [3] الخ، یعنی جو تابعداری کرنے والے تھے اور وہ ان کی پر جوش تابعداری کرتے رہے مگر یہ ان سے بری اور بیزار ہو جائیں گے یعنی عذابوں کو سامنے دیکھتے ہوئے سب تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ ان سے فرمایا جائے گا کہ دنیا میں جنہیں پوجتے رہے ہو آج انہیں کیوں نہیں پکارتے؟ اب یہ پکاریں گے لیکن کوئی جواب نہ پائیں گے اور انہیں یقین ہو جائے گا کہ یہ آگ کے عذاب میں جائیں گے اس وقت آرزو کریں گے کہ کاش ہم راہ یافتہ ہوتے؟ جیسے ارشاد ہے کہ ﴿وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ﴾ [4] الخ، جس دن فرمائے گا کہ میرے ان شریکوں کو آواز دو جنہیں تم بہت کچھ سمجھ رہے تھے یہ پکاریں گے لیکن وہ جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے اور ان کے درمیان آڑ کر دیں گے مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے پھر باور کر لیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں لیکن اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے اسی قیامت والے دن ان سے سب کو سنا کر ایک سوال یہ بھی ہوگا کہ تم نے میرے انبیاء (علیہم السلام) کو کیا جواب دیا؟ اور کہاں تک ان کا ساتھ دیا؟ پہلے توحید کے متعلق باز پرس تھی اب رسالت کے متعلق سوال و جواب ہو رہے ہیں۔ اسی طرح قبر میں بھی سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ مومن جواب دیتا ہے کہ میرا معبود صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور میرے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے (سَلَامٌ عَلَيْهِ) ہاں کافر سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا وہ گھبراہٹ اور پریشانی سے کہتا ہے مجھے اس کی کوئی خبر نہیں۔ اندھا بہرا ہو جاتا ہے جیسے فرمایا ﴿وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ [5] جو شخص یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی اندھا اور راہ بھولا رہے گا۔ تمام دلیلیں ان کی نگاہوں سے ہٹ جائیں گی رشتے ناتے حسب نسب کی کوئی قدر نہ ہوگی نسب ناموں کا کوئی سوال نہ ہوگا۔ ہاں دنیا میں توبہ کرنے والے ایمان اور نیکی کے ساتھ زندگی گزارنے والے تو بے شک فلاح اور نجات حاصل کر لیں گے۔ یہاں ﴿عَسٰى﴾ یقین کے معنی

---

(1) [سورۃ مریم: آیت ۸۱-۸۲]
(2) [سورۃ الاحقاف: آیت ۵-۶]
(3) [سورۃ البقرہ: آیت ۱۶۶-۱۶۷]
(4) [سورۃ الکہف: آیت ۵۲-۵۳]
(5) [سورۃ الاسراء: آیت ۷۲]

میں ہے یعنی مومن ضرور کامیاب ہوں گے۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور چن کر مختار کر لیتا ہے ان میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں اللہ ہی کے لئے پاکی ہے وہ بلند تر ہے ہر اس چیز سے کہ لوگ شریک کرتے ہیں ○ ان کے سینے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں تیرا رب سب کچھ جانتا ہے ○ وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں' دنیا و آخرت میں اسی کی تعریف ہے' اسی کی فرماں روائی ہے اور اسی کی طرف تم سب پھیرے جاؤ گے ○

اللہ کی عظیم صفات: ساری مخلوق کا خالق تمام اختیارات والا اللہ ہی ہے۔ نہ اس میں کوئی اس سے جھگڑنے والا نہ اس کا شریک و ساتھی۔ جو چاہے پیدا کرے جسے چاہے اپنا خاص بندہ بنا لے۔ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا ہو ہی نہیں سکتا۔ تمام امور سب خیر و شر اسی کے ہاتھ میں ہے۔ سب کی بازگشت اسی کی جانب ہے کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ یہی لفظ اسی معنی میں آیت ﴿مَا كَانَ لَـهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ میں ہے دونوں جگہ ﴿ما﴾ نافیہ ہے۔ گو ابن جریر رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ ما معنی میں ﴿الَّـذِیْ﴾ کے ہے یعنی اللہ پسند کرتا ہے اسے جس میں بھلائی ہو اور اسی معنی کو لے کر معتزلیوں نے مراعاتِ صالحین پر استدلال کیا ہے لیکن صحیح بات یہی ہے کہ یہاں ﴿مـا﴾ نفی کے معنی میں ہے جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مروی ہے۔ یہ آیت اسی بیان میں ہے کہ مخلوق کی پیدائش میں' تقدیر کے مقرر کرنے میں' اختیار رکھنے میں اللہ ہی اکیلا ہے اور نظیر سے پاک ہے۔ اسی لئے آیت کے خاتمہ پر فرمایا کہ جن بتوں وغیرہ کو وہ شریک الٰہی ٹھہرا رہے ہیں جو نہ کسی چیز کو بنا سکیں نہ کسی طرح کا اختیار رکھیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان سب سے پاک اور بہت دور ہے۔ پھر فرمایا سینوں اور دلوں میں چھپی ہوئی باتیں بھی اللہ جانتا ہے اور وہ سب بھی اس پر اسی طرح ظاہر ہیں جس طرح کھلم کھلا اور ظاہر باتیں۔ پوشیدہ بات کہو یا اعلان سے کہو وہ سب کا عالم ہے' رات میں اور دن میں جو ہو رہا ہے اس پر پوشیدہ نہیں۔ الوہیت میں بھی وہ یکتا ہے' اس کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی طرف مخلوق اپنی حاجتیں لے جائے۔ جس سے مخلوق عاجزی کرے' جو مخلوق کا ملجا و ماویٰ ہو' جو عبادت کے لائق ہو' خالق و مختار' رب' مالک وہی ہے۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے سب لائق تعریف ہے اس کا عدل و حکمت اسی کے ساتھ ہے۔ اس کے احکام کو کوئی رد نہیں کر سکتا اس کے ارادوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ غلبہ' حکمت' رحمت اسی کی ذات پاک میں ہے۔ تم سب قیامت کے دن اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے وہ سب کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اس پر تمہارے کاموں میں سے کوئی کام چھپا ہوا نہیں۔ نیکوں کو جزا بدوں کو سزا وہ اس روز دے گا اور اپنی مخلوق میں فیصلے فرمائے گا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

کہہ دے کہ دیکھو تو سہی اگر اللہ تعالیٰ تم پر رات ہی رات قیامت تک برابر کر دے تو سوائے اللہ کے کون معبود ہے جو تمہارے پاس دن کی روشنی لائے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟○ پوچھ کہ یہ بھی بتادو کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ ہمیشہ قیامت تک دن ہی دن رکھے تو بھی سوائے اللہ کے کوئی معبود ہے جو تمہارے پاس رات لاوے جس میں تم آرام کو حاصل کرو، کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو؟○ اسی نے تو تمہارے لئے اپنے فضل وکرم سے دن رات مقرر کر دیئے ہیں کہ تم رات میں آرام کرو اور دن میں اس کی بھیجی ہوئی روزی تلاش کرو یہ اس لئے کہ تم شکریہ ادا کرو○

مظاہر قدرت میں اللہ کی نشانیاں: اللہ کا احسان دیکھو کہ بغیر تمہاری کوشش اور تدبیر کے دن اور رات برابر آگے پیچھے آرہے ہیں اگر رات ہی رات رہے تو تم عاجز آجاؤ، تمہارے کام رک جائیں تم پر زندگی وبال ہو جائے، تم تھک جاؤ، اکتا جاؤ، کسی کو نہ پاؤ جو تمہارے لئے دن نکال سکے کہ تم اسی کی روشنی میں چلو پھرو، دیکھو بھالو، اپنے کام کاج کرلو، افسوس تم سن سنا کر بھی بے سنا کر دیتے ہو۔ اسی طرح اگر وہ تم پر دن ہی دن کو روک دے رات آئے ہی نہیں تو بھی تمہاری زندگی تلخ ہو جائے۔ بدن کا نظام الٹ پلٹ ہو جائے، تھک جاؤ، تنگ ہو جاؤ، کوئی نہیں جسے قدرت ہو کہ وہ رات لاسکے جس میں تم راحت وآرام حاصل کرسکو لیکن تم آنکھیں رکھتے ہوئے اللہ کی ان نشانیوں اور مہربانیوں کو دیکھتے ہی نہیں ہو۔ یہ بھی اسی کا احسان ہے کہ اس نے دن رات دونوں پیدا کر دیئے ہیں کہ رات کو تمہیں سکون وآرام حاصل ہو اور دن کو تم کام کاج وتجارت، زراعت، سفر شغل کرسکو۔ تمہیں چاہیے کہ تم اس مالک حقیقی اس قادر مطلق کا شکر ادا کرو، رات کو اس کی عبادتیں کرو رات کے قصور کی تلافی دن میں اور دن کے قصوروں کی تلافی رات میں کرلیا کرو، یہ مختلف چیزیں قدرت کے نمونے ہیں اور اس لئے ہیں کہ تم نصیحت وعبرت سیکھو اور رب کا شکر ادا کرو۔

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع

جس دن انہیں پکار کر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جنہیں تم میرے شریک خیال کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟○ اور ہم ہر امت میں

سے ایک کو گواہ الگ کر لیں گے اور فرما دیں گے کہ اپنی دلیلیں پیش کرو اس وقت جان لیں گے کہ حق اللہ کی طرف ہے اور جو کچھ افترا وہ جوڑتے تھے سب ان کے پاس سے کھو جائے گا ○

کہاں ہیں اللہ کے شریک؟ مشرکوں کو دوسری دفعہ ڈانٹ دی جائے گی اور فرمایا جائے گا کہ دنیا میں جنہیں میرا شریک ٹھہرا رہے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ ہر امت میں سے ایک کو گواہ یعنی اس امت کا پیغمبر ممتاز کر لیا جائے گا۔ مشرکوں سے کہا جائے گا اپنے شرک کی کوئی دلیل پیش کرو، اس وقت یہ یقین کر لیں گے کہ فی الواقع عبادتوں کے لائق اللہ کے سوا اور کوئی نہیں۔ کوئی جواب نہ دے سکیں گے حیران رہ جائیں گے اور تمام افترا بھول جائیں گے۔

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ
اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ ۚ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ
اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ
نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى
الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾

قارون تھا تو قوم موسیٰ سے لیکن ان پر ظلم کرنے لگا تھا ہم نے اسے اس قدر خزانے دے رکھے تھے کہ کئی کئی طاقت ور لوگ بمشکل اس کی کنجیاں اٹھا سکتے تھے ایک بار اس کی قوم نے اس سے کہا کہ اترا مت اللہ تعالیٰ اترانے والوں سے محبت نہیں کرتا ○ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول اور جیسے کہ اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی سلوک کرتا رہ اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ رہا کر' یقین مان کہ اللہ مفسدوں کو ناپسند رکھتا ہے ○

بے پناہ دولت وثروت کے مالک قارون کا ذکر: مروی ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا کا لڑکا تھا۔ اس کا نسب یہ ہے کہ قارون بن یصہر بن قاہث اور موسیٰ علیہ السلام کا نسب یہ ہے موسیٰ بن عمران بن قاہث۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا تھا۔ لیکن اکثر علماء چچا کا لڑکا بتاتے ہیں۔ یہ بہت خوش آواز تھا تورات بڑی خوش الحانی سے پڑھتا تھا اس لئے اسے لوگ منور کہتے تھے۔ لیکن جس طرح سامری نے منافق پنا کیا تھا یہ اللہ کا دشمن بھی منافق ہو گیا تھا۔ چونکہ بہت مال دار تھا اس لئے پھول گیا تھا اور اللہ کو بھول بیٹھا تھا۔ قوم میں عام طور پر جس لباس کا دستور تھا اس نے اس سے بالشت بھر نیچا لباس بنوایا تھا۔ جس سے اس کا غرور اور اس کی دولت ظاہر ہو۔ اس کے پاس اس قدر مال تھا کہ اس خزانے کی کنجیاں اٹھانے پر قوی مردوں کی ایک جماعت مقرر تھی۔ اس کے بہت سے خزانے تھے۔ ہر خزانے کی کنجی الگ تھی جو بالشت بھر کی تھی۔ جب یہ کنجیاں اس کی سواری کے ساتھ خچروں پر لادی جاتیں تو اس کے لئے ساٹھ پنج کلیاں خچر مقرر ہوتے' واللہ اعلم' قوم کے بزرگ اور نیک لوگوں اور عالموں نے جب اس کی سرکشی اور تکبر حد سے بڑھتے ہوئے دیکھا تو اسے نصیحت کی کہ اتنا اکڑ نہیں' اس

قدر غرور نہ کر' اللہ کا ناشکرانہ بن' ورنہ اللہ کی محبت سے دور ہو جاؤ گے۔قوم کے واعظوں نے کہا کہ یہ جو اللہ کی نعمتیں تیرے پاس ہیں انہیں اللہ کی رضا مندی کے کاموں میں خرچ کرتا رہ کہ آخرت میں بھی تیرا حصہ ہو جائے۔ یہ ہم نہیں کہتے کہ دنیا میں کچھ عیش عشرت کرہی نہیں۔ نہیں اچھا کھا' اچھا پی' پہن' اوڑھ' جائز نعمتوں سے فائدہ اٹھا' نکاح سے راحت اٹھا۔حلال چیزیں برت' لیکن جہاں اپنا خیال رکھ' وہاں مسکینوں کا بھی خیال رکھ جہاں اپنے نفس کو نہ بھول وہاں اللہ کے حق بھی فراموش نہ کر' تیرے نفس کا بھی حق ہے' تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے' تیرے بال بچوں کا بھی تجھ پر حق ہے' مسکین غریب کا بھی تیرے مال میں ساجھا ہے۔ ہر حق دار کا حق ادا کر اور جیسے اللہ نے تیرے ساتھ سلوک کیا تو اوروں کے ساتھ سلوک واحسان کر' اپنے اس مفسدانہ رویہ کو بدل ڈال اللہ کی مخلوق کی ایذا رسانی سے باز آ جا۔اللہ فسادیوں سے محبت نہیں رکھتا۔

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ۭ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ۭ وَلَا يُسْــَٔـلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ؀۷۸

قارون کہنے لگا کہ یہ سب کچھ مجھے میری عقل وسمجھ کی بنا پر ہی دیا گیا ہے' کیا اسے اب تک یہ نہیں معلوم کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی بستی والوں کو غارت کر دیا جو اس سے بہت زیادہ قوت والے اور بہت بڑی جمع پونجی والے تھے گنہگاروں سے ان کے گناہوں کی باز پرس ایسے وقت نہیں کی جاتی ○

اپنے علم ودانش کا زعم باطل: قوم کے علماء کی نصیحتوں کو سن کر قارون نے جو جواب دیا اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس نے کہا آپ اپنی نصیحتوں کو رہنے دیجئے میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ نے مجھے جو دے رکھا ہے اسی کا مستحق میں تھا۔ میں ایک عقلمند' زیرک' دانا شخص ہوں میں اسی قابل ہوں اور اسے اللہ بھی خوب جانتا ہے اسی لئے اس نے مجھے دولت دی ہے۔بعض انسانوں کا یہ خاصہ ہوتا ہے۔جیسے قرآن میں ہے کہ جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تب تو بڑی عاجزی سے ہمیں پکارتا ہے اور جب انسان کو کوئی نعمت وراحت اسے ہم دے دیتے ہیں تو کہہ دیتا ہے کہ ﴿اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ﴾ [1] یعنی اللہ جانتا تھا کہ میں اس کا مستحق ہوں اس لئے اس نے مجھے یہ دیا ہے۔اور آیت میں ہے کہ اگر ہم اسے کوئی رحمت چکھائیں اس کے بعد جب اسے مصیبت پہنچی ہو تو کہہ اٹھتا ہے کہ ﴿هٰذَا لِيْ﴾ [2] اس کا حقدار تو میں تھا ہی۔بعض لوگوں نے کہا ہے کہ قارون علم کیمیا جانتا تھا لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ بلکہ کیمیا کا علم فی الواقع ہے ہی نہیں کیونکہ کسی چیز کے عین کو بدل دینا یہ اللہ ہی کی قدرت کی بات ہے جس پر کوئی قادر نہیں۔فرمان الٰہی ہے کہ اگر تمام مخلوق بھی جمع ہو جائے تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتی۔ [3] صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو کوشش کرتا ہے کہ میری طرح پیدائش کرے۔اگر وہ سچا ہے تو

---

[1] [الزمر : ۴۹] [2] [فصلت : ۵۰] [3] [الحج : ۷۳]

ایک ذرہ یا ایک جو ہی بنا دے۔ [1] یہ حدیث ان کے بارے میں ہے جو تصویریں اتارتے ہیں اور صرف ظاہر صورت کی نقل کرتے ہیں ان کے لئے تو یہ فرمایا پھر جو دعویٰ کرے کہ وہ کیمیا جانتا ہے اور ایک چیز کا کایا پلٹ کر سکتا ہے ایک ذات سے دوسری ذات بنا دیتا ہے۔ مثلاً لوہے کو سونا وغیرہ تو صاف ظاہر ہے کہ یہ محض جھوٹ ہے اور بالکل محال ہے اور جہالت وضلالت ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ رنگ وغیرہ بدل کر دھوکے بازی کرے۔ لیکن حقیقتاً یہ ناممکن ہے۔ یہ کیمیا گر جو محض جھوٹے، جاہل فاسق اور مفتری ہیں یہ محض دعوے کر کے مخلوق کو دھوکے میں ڈالنے والے ہیں ہاں یہ خیال رہے کہ بعض اولیاء کرام ﷭ کے ہاتھوں جو کرامتیں سرزد ہو جاتی ہیں اور کبھی کبھی چیزیں تبدیل ہو جاتی ہیں ان کا ہمیں انکار نہیں۔ وہ اللہ کی طرف سے ان پر ایک خاص فضل ہوتا ہے اور وہ بھی ان کے بس کا نہیں ہوتا۔ نہ ان کے قبضے کا ہوتا ہے نہ وہ کوئی کاری گری، صنعت یا علم ہے۔ وہ محض اللہ کے فرمان کا نتیجہ ہے جو اللہ اپنے فرماں بردار نیک کار بندوں کے ہاتھوں اپنی مخلوق کو دکھا دیتا ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضرت حیوہ بن شریح مصری رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ کسی سائل نے سوال کیا اور آپکے پاس کچھ نہ تھا اور اس کی حاجت مندی اور ضرورت کو دیکھ کر آپ دل میں بہت آزردہ ہو رہے تھے۔ آخر آپ نے ایک کنکر زمین سے اٹھا لیا اور کچھ دیر اپنے ہاتھوں میں الٹ پلٹ کر کے فقیر کی جھولی میں ڈال دیا تو وہ سونے کا ڈلا بن گیا۔ معجزے اور کرامات احادیث اور آثار میں اور بھی بہت سے مروی ہیں۔ جنہیں یہاں بیان کرنا باعث طول ہوگا۔ بعض کا قول ہے کہ قارون اسم اعظم جانتا تھا جسے پڑھ کر اس نے اپنی مالداری کی دعا کی تو اس قدر دولت مند ہو گیا۔ قارون کے اس جواب کے رد میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ غلط ہے کہ میں جس پر مہربان ہوتا ہوں اسے دولت مند کر دیتا ہوں۔ نہیں اس سے پہلے اس سے زیادہ دولت اور آسودہ حال لوگوں کو میں نے تباہ کر دیا ہے۔ تو یہ سمجھ لینا کہ مالداری میری محبت کی نشانی ہے محض غلط ہے۔ جو میرا شکر ادا نہ کرے کفر پر جما رہے اس کا انجام بد ہوتا ہے۔ گناہگاروں کے کثرتِ گناہ کی وجہ سے پھر ان سے ان کے گناہوں کا سوال بھی عبث ہوتا۔ اس کا خیال تھا کہ مجھ میں خیریت ہے اس لئے اللہ کا یہ فضل مجھ پر ہوا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میں اس مال داری کا اہل ہوں اگر اللہ مجھ سے خوش نہ ہوتا اور مجھے اچھا آدمی نہ جانتا تو مجھے اپنی یہ نعمت بھی نہ دیتا۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝

قارون پوری آرائش کے ساتھ اپنی قوم کے مجمع میں نکلا تو زندگانی دنیا کے متوالے کہنے لگے کاش کہ ہمیں بھی کسی طرح وہ مل جاتا جو قارون کو دیا گیا ہے یہ تو بڑا ہی قسمت کا دھنی ہے ○ ذی علم لوگ انہیں سمجھانے لگے کہ افسوس بہتر تو وہ چیز

---

[1] [صحيح : صحيح بخاري : كتاب اللباس : باب نقض الصور (٥٩٥٣) صحيح مسلم : كتاب اللباس : باب تحريم تصوير صورة الحيوان (٢١١١) مسند احمد (٢/٢٥٩)]

ہے جوبطور ثواب انہیں ملے گی ○ جو اللہ پر ایمان لائیں اور مطابق سنت عمل کریں' یہ بات انہی کے دل میں ڈالی جاتی ہے جو صبر سہار والے ہوں ○

قارون کی چمک دمک دیکھ کر لوگوں کی حسرت: قارون ایک دن نہایت قیمتی پوشاک پہن کر زرق برق عمدہ سواری پر سوار ہو کر اپنے غلاموں کو آگے پیچھے بیش بہا پوشاکیں پہنائے ہوئے لے کر بڑے ٹھاٹھ سے اتراتا ہوا اور اکڑتا ہوا نکلا۔ اس کا یہ ٹھاٹھ اور یہ زینت و تجمل دیکھ کر دنیاداروں کے منہ میں پانی بھر آیا اور کہنے لگے کاش کہ ہمارے پاس بھی اس جتنا مال ہوتا۔ یہ تو بڑا خوش نصیب ہے اور بڑی قسمت والا ہے۔ علماء کرام نے ان کی یہ بات سن کر انہیں اس خیال سے روکنا چاہا اور انہیں سمجھانے لگے کہ دیکھو اللہ نے جو کچھ اپنے مومن اور نیک بندوں کے لئے اپنے ہاں تیار کر رکھا ہے وہ اس سے کروڑ ہا درجہ بارونق' دیرپا اور عمدہ ہے تمہیں ان درجات کو حاصل کرنے کے لئے اس دوروزہ زندگی کو صبر وبرداشت سے گزارنا چاہئے۔ جنت صابروں کا حصہ ہے۔ یہ مطلب بھی ہے کہ ایسے پاک کلمے صبر کرنے والوں کی زبان ہی سے نکلتے ہیں جو دنیا کی محبت سے دور اور دار آخرت کی محبت میں چور ہوتے ہیں۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ یہ کلام ان واعظوں کا نہ ہو بلکہ ان کے کلام کی اور ان کی تعریف میں یہ جملہ اللہ کی طرف سے خبر ہو۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۗ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۗ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع

آخر ہم نے اسے اس کی محل سرا سمیت زمین میں دھنسا دیا اور اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مدد کے لئے تیار نہ ہوئی نہ وہ خود اپنے بچانے والوں میں سے ہو سکا ○ اور جو لوگ کل اس کے مرتبے پر پہنچنے کی آرزومندیاں کر رہے تھے وہ آج کہنے لگے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی' اگر اللہ تعالیٰ ہم پر فضل نہ کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا کیا دیکھتے نہیں ہو کہ ناشکروں کو کبھی کامیابی نہیں ملتی ○

قارون خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا: اوپر قارون کی سرکشی بے ایمانی کا ذکر ہو چکا۔ یہاں اس کے انجام کا بیان ہو رہا ہے۔ ایک حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا ایک شخص اپنا تہبند لٹکائے فخر سے جا رہا تھا کہ اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ اسے نگل جا۔ [1] کتاب العجائب میں نوفل بن مساحق کہتے ہیں کہ نجران کی مسجد میں میں نے ایک نوجوان کو دیکھا بڑا لمبا چوڑا بھرپور جوانی کے نشہ میں چور' گٹھے ہوئے بدن والا' بانکا ترچھا اچھے رنگ روغن والا خوبصورت' شکیل' میں نگاہیں جما کر اس کے جمال و کمال کو دیکھنے لگا تو اس نے کہا کیا دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا آپ کے حسن و جمال کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور تعجب معلوم ہو رہا ہے اس نے جواب دیا کہ تو ہی کیا خود اللہ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب اللباس (۵۷۹۰) صحیح مسلم : کتاب الایمان (۳۱۲)]

تعالیٰ کو بھی تعجب ہے۔ نوفل کہتے ہیں کہ اس کلمہ کے کہتے ہی وہ گھٹنے لگا اور اس کا رنگ روپ اڑنے لگا اور قد پست ہونے لگا یہاں تک کہ بقدر ایک بالشت کے رہ گیا۔ آخر کار اس کا کوئی قریبی رشتہ دار اپنی آستین میں ڈال کر لے گیا۔ یہ بھی مذکور ہے کہ قارون کی ہلاکت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے ہوئی تھی اور اس کے سبب میں بہت اختلاف ہے۔ ایک سبب تو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قارون ملعون نے ایک فاحشہ عورت کو بہت مال ومتاع دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ عین اس وقت جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بنی اسرائیل میں کھڑے خطبہ کہہ رہے ہوں وہ آئے اور آپ سے کہے کہ تو وہی ہے نا جس نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا۔ اس عورت نے یہی کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے اور اسی وقت نماز کی نیت باندھ لی اور دو رکعت ادا کر کے اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے تجھے اس اللہ کی قسم جس نے سمندر میں سے راستہ دیا اور تیری قوم کو ظالم فرعون کے مظالم سے نجات دی اور بھی بہت سے احسانات کیے۔ تو جو سچا واقعہ ہے اسے بیان کر۔ یہ سن کر اس عورت کا رنگ بدل گیا اور اس نے صحیح واقعہ سب کے سامنے بیان کر دیا اور اللہ سے استغفار کیا اور سچے دل سے توبہ کر لی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر سجدے میں گر گئے اور قارون کی سزا چاہی۔ اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ میں نے زمین کو تیرے تابع کر دیا ہے۔ آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور زمین سے کہا کہ تو اسے اور اس کے محل کو نگل لے۔ زمین نے یہی کیا دوسرا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب قارون کی سواری اس طمطراق سے نکلی سفید قیمتی خچر پر بیش بہا پوشاک پہنے سوار تھا۔ اس کے غلام بھی سب کے سب ریشمی لباسوں میں تھے۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام خطبہ پڑھ رہے تھے۔ بنو اسرائیل کا مجمع تھا۔ یہ جب وہاں سے نکلا تو سب کی نگاہیں اس پر اور اس کی دھوم دھام پر لگ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے دیکھ کر پوچھا آج اس طرح کیسے نکلے ہو؟ اس نے کہا بات یہ ہے کہ ایک بات اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے اور ایک فضیلت مجھے دے رکھی ہے اگر تمہارے پاس نبوت ہے تو میرے پاس یہ جاہ وحشم ہے اور اگر آپ کو میری فضیلت میں شک ہو تو میں تیار ہوں کہ آپ اور میں چلیں اور اللہ سے دعا کریں۔ دیکھ لیجئے کہ اللہ کس کی دعا قبول فرماتا ہے؟ آپ اس بات پر آمادہ ہو گئے اور اسے لے کر چلے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا لے اب پہلے میں دعا کروں یا تو کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں میں کروں گا اب اس نے دعا مانگنی شروع کی، ختم کر لی لیکن قبول نہ ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اب میں دعا کرتا ہوں۔ اس نے کہا ہاں کیجئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ زمین کو حکم کر کہ جو میں کہوں مان لے اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور وحی آئی کہ میں نے زمین کو تیری اطاعت کا حکم دے دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا اے زمین! اسے اور اس کے لوگوں کو پکڑ لے وہیں یہ لوگ اپنے قدموں تک زمین میں دھنس گئے اور آپ نے فرمایا اور پکڑ لے۔ یہ اپنے گھٹنوں تک دھنس گئے۔ آپ نے فرمایا اور پکڑ۔ یہ مونڈھوں تک زمین میں دھنس گئے۔ پھر فرمایا ان کے خزانے اور ان کے مال بھی یہیں لے آ۔ اسی وقت ان کے کل خزانے اور تمام مال آ گئے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے ان سب کو دیکھ لیا پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ان کو اور ان کے خزانوں سمیت اپنے اندر کر لے۔ اسی وقت یہ سب

غارت ہو گئے اور زمین جیسی تھی ویسی ہو گئی۔ مروی ہے کہ ساتویں زمین تک یہ لوگ یونہی دھنستے چلے گئے یہ قول بھی ہے کہ ہر روز یہ لوگ بقدر قد انسان نیچے کی طرف دھنستے جا رہے ہیں قیامت تک اسی عذاب میں رہیں گے۔ یہاں پر اور بھی بنی اسرائیلی روایتیں بہت سی ہیں لیکن ہم نے ان کا بیان چھوڑ دیا ہے۔ نہ تو مال انہیں کام آیا' نہ جاہ و حشم' نہ دولت و تمکنت' نہ کوئی ان کی مدد کے لئے اٹھا' نہ یہ خود اپنا کوئی بچاؤ کر سکے۔ تباہ ہو گئے' بے نشان ہو گئے' مٹ گئے' اور مٹا دیئے گئے (اعاذنا اللہ) اس وقت تو ان لوگوں کی بھی آنکھیں کھل گئی۔ جو قارون کے مال کو اور اس کی عزت کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا کرتے تھے اور اسے نصیب دار سمجھ کر لمبے سانس لیا کرتے تھے اور رشک کرتے تھے کہ کاش کہ ہم بھی ایسے ہی دولت مند ہوتے۔ وہ کہنے لگے اب دیکھ لیا کہ واقعی سچ ہے دولت مند ہونا کچھ اللہ کی رضا مندی کا سبب نہیں۔ یہ اللہ کی حکمت ہے جسے چاہے زیادہ دے جسے چاہے کم دے۔ جس پر چاہے وسعت کرے جس پر چاہے تنگی کرے۔ اس کی حکمتیں وہی جانتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں اخلاق کی بھی اس طرح تقسیم کی ہے۔ جس طرح روزی کی۔ مال تو اللہ کی طرف سے اس کے دوستوں کو بھی ملتا ہے اور اس کے دشمنوں کو بھی۔ البتہ ایمان اللہ کی طرف سے اسی کو ملتا ہے جسے اللہ چاہتا ہو۔ [1] قارون کے اس دھنسائے جانے کو بھی دیکھ کر وہ جو اس جیسا بننے کی امیدیں کر رہے تھے کہنے لگے کہ اگر اللہ کا لطف و احسان ہم پر نہ ہوتا تو ہماری تمنا کے بدلے جو ہمارے دل میں تھی کہ کاش کہ ہم بھی ایسے ہی ہوتے۔ آج اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کے ساتھ دھنسا دیتا۔ وہ کافر تھا اور کافر اللہ کے ہاں فلاح کے لائق نہیں ہوتے۔ نہ انہیں دنیا میں کامیابی ملے نہ آخرت میں ہی چھٹکارا پائیں۔ نحوی کہتے ہیں ﴿ وَيْكَأَنَّ ﴾ کے معنی ﴿ وَيْلَكَ اِعْلَمْ اَنَّ ﴾ ہیں۔ لیکن مخفف کر کے ﴿ وَيْكَ ﴾ رہ گیا اور ﴿ اَنْ ﴾ کے فتح نے ﴿ اِعْلَمْ ﴾ کے محذوف ہونے پر دلالت کر دی۔ لیکن اس قول کو امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ضعیف بتایا ہے مگر میں کہتا ہوں یہ ضعیف کہنا ٹھیک نہیں۔ قرآن کریم میں اس کتابت کا ایک ساتھ ہونا اس کے ضعیف ہونے کہ وجہ نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ کتابت کا طریقہ تو اختراعی امر ہے جو رواج پا گیا وہی معتبر سمجھا جاتا ہے۔ اس سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ واللہ اعلم۔ دوسرے معنی اس کے ﴿ اَلَمْ تَرَاَنَّ ﴾ کے لئے گئے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اسی طرح دو لفظ ہیں ﴿ وَيْ ﴾ اور ﴿ كَاَنَّ ﴾۔ حرف ﴿ وَيْ ﴾ تعجب کے لئے ہے یا تنبیہ کے لئے اور ﴿ كَاَنَّ ﴾ معنی میں ﴿ اَظُنُّ ﴾ کے ہے۔ ان تمام اقوال میں قوی قول یہ ہے کہ یہ معنی میں ﴿ اَلَمْ تَرَ ﴾ کے ہے یعنی کیا نہ دیکھا تو نے جیسے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور یہی معنی عربی شعر میں بھی مراد لیے گئے ہیں۔

---

[1] [صحیح موقوف فی حکم المرفوع: مسند احمد (۳۸۷/۱) الادب المفرد (۲۷۵) مستدرك حاكم (۸۸/۱) طبرانی كبير (۲۰۳/۹) تهذيب الآثار للطبری (۵۶/۶) بیهقی فی شعب الایمان (۴۲۵/۱) ابن ابی شيبة (۲۹۳/۱۳)] امام حاکم ؒ اور امام ذہبی ؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ شیخ البانی ؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موقوفاً صحیح ہے اور یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔ [صحیح الادب المفرد (۲۰۹)]

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ مَنْ جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

آخرت کا یہ بھلا گھر ہم ان ہی کے لئے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں اونچائی بڑائی اور فخر نہیں کرتے نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں پرہیزگاروں کے لئے نہایت ہی عمدہ انجام ہے ○ جو شخص نیکی لائے گا اور اسے اس سے بہت بہتر ملے گا۔ اور جو برائی لے کر آئے گا تو ایسے بداعمال کرنے والوں کو ان کے انہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کرتے تھے ○

آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے: فرماتا ہے کہ جنت اور آخرت کی نعمت صرف انہی کو ملے گی جن کے دل خوفِ الٰہی سے بھرے ہوئے ہوں اور دنیا کی زندگی تواضع، فروتنی، عاجزی اور اخلاق کے ساتھ گزار دیں۔ کسی پر اپنے آپ کو اونچا اور بڑا نہ سمجھیں، ادھر ادھر فساد نہ پھیلائیں، سرکشی اور برائی نہ کریں، کسی کا مال ناحق نہ ماریں۔ اللہ کی زمین پر اللہ کی نافرمانیاں نہ کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جسے یہ بات اچھی لگے کہ اس کی جوتی کا تسمہ اپنے ساتھی کی جوتی کے تسمے سے اچھا ہو تو وہ بھی اسی آیت میں داخل ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ فخر وغرور کرے۔ اور اگر صرف بطور زیبائش کے چاہتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! میری تو یہ خواہش رہتی ہے کہ میری چادر بھی اچھی ہو میری جوتی بھی اچھی ہو تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں یہ تو خوبصورتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند فرماتا ہے۔ [1] پھر فرمایا جو ہمارے پاس نیکی لائے گا وہ بہت سی نیکیوں کا ثواب پائے گا۔ یہ مقام فضل ہے اور برائی کا بدلا صرف اسی کے مطابق سزا ہے۔ یہ مقام عدل ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ﴾ [2] الخ، جو برائی لے کر آئے گا وہ اوندھے منہ آگ میں جائے گا۔ تمہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے۔

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَاۗدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَاۗءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب تحریم الکبر وبیانہ (۹۱۔ ۱۴۷) ترمذی (۱۹۹۹) مسند احمد (۴۵۱/۱)]

[2] [سورۃ النمل: آیت ۹۰]

جس اللہ نے تجھ پر قرآن نازل فرمایا ہے وہ تجھے دوبارہ پہلی جگہ لانے والا ہے' کہہ دے کہ میرا رب اسے بھی بخوبی جانتا ہے جو ہدایت لایا ہے اور اسے جو کھلی گمراہی میں ہے ○ تجھے تو کبھی اس کا خیال بھی نہ گزرا تھا کہ تیری طرف کتاب نازل فرمائی جائے گی لیکن تیرے رب کی مہربانی سے یہ اترا اب تجھے ہرگز کافروں کا مددگار نہ ہونا چاہئے ○ خیال رکھ کہ یہ کفار تجھے اللہ کی آیتوں کی تبلیغ سے روک نہ دیں اس کے بعد کہ یہ تیری جانب اتاری گئیں تو اپنے رب کی طرف بلاتا رہ اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا ○ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارنا' بجز اللہ کے کوئی اور معبود نہیں ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اسی کا منہ' اسی کے لئے فرمانروائی ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○

تبلیغ کرتے رہیں: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ رسالت تبلیغ کرتے رہیں' لوگوں کو کلام اللہ سناتے رہیں' اللہ تعالیٰ آپ کو قیامت کی طرف واپس لے جانے والا ہے اور وہاں نبوت کی بابت پرسش ہوگی۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ [1] یعنی امتوں سے اور رسولوں سے سب سے ہم دریافت فرمائیں گے۔ اور آیت میں ہے رسولوں کو جمع کر کے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا؟ [2] اور آیت میں ہے نبیوں کو اور گواہوں کو لایا جائے گا۔ [3] ﴿مَعَادٍ﴾ سے مراد جنت بھی ہو سکتی ہے' موت بھی ہو سکتی ہے' دوبارہ کی زندگی بھی ہو سکتی ہے کہ دوبارہ پیدا ہوں اور داخل جنت ہوں۔ صحیح بخاری میں ہے اس سے مراد مکہ ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد مکہ معظّمہ ہے جو آپ کی جائے پیدائش تھی۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ مکہ سے نکلے ابھی جحفہ ہی میں تھے جو آپ کے دل میں مکے کا شوق پیدا ہوا پس یہ آیت اتری اور آپ سے وعدہ ہوا کہ آپ واپس مکہ پہنچائے جائیں گے۔ اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہو حالانکہ پوری سورت مکی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے بیت المقدس ہے شاید اس کہنے والے کی غرض اس سے بھی قیامت ہے اس لئے کہ بیت المقدس ہی محشر کی زمین ہے۔ ان تمام اقوال میں جمع کی صورت یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کبھی تو آپ کے مکے کی طرف لوٹنے سے اس کی تفسیر کی ہے جو فتح مکہ سے پوری ہوئی۔ اور یہ حضور ﷺ کی عمر کے پورا ہونے کی ایک زبردست علامت تھی۔ جیسے آپ نے سورہ ﴿اِذَا جَآءَ﴾ کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ جس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی موافقت کی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ تو جو جانتا ہے وہی میں بھی جانتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ انہی سے اس آیت کی تفسیر میں جہاں مکہ مروی ہے وہاں حضور ﷺ کا انتقال بھی مروی ہے اور کبھی قیامت سے تفسیر کی کیونکہ موت کے بعد قیامت ہے اور کبھی جنت سے تفسیر کی جو آپ کا ٹھکانا ہے اور آپ کی تبلیغ رسالت کا بدل ہے کہ آپ نے جن وانس کو اللہ کے دین کی دعوت دی اور آپ تمام مخلوق سے زیادہ کامل' زیادہ فصیح' اور زیادہ افضل تھے۔ پھر فرمایا کہ اپنے مخالفین سے اور جھٹلانے والوں سے کہہ دو کہ ہم میں سے ہدایت والوں کو اور گمراہی والوں کو اللہ بخوبی جانتا ہے۔ تم دیکھ لو گے کہ کس کا انجام بہتر ہوتا ہے؟ اور دنیا اور آخرت میں بہتری اور بھلائی کس

---

[1] [الاعراف : ٦]　[2] [المائدہ : ١٠٩]

[3] [الزمر : ٦٩]

کے حصے میں آتی ہے؟ پھر اپنی ایک اور زبردست نعمت بیان فرماتا ہے کہ وحی کے اترنے سے پہلے آپ کو کبھی یہ خیال بھی نہ گزرتا تھا کہ آپ پر کتاب اللہ نازل ہوگی۔ یہ تو تجھ پر اور تمام مخلوق پر رب کی رحمت ہوئی کہ اس نے تجھ پر اپنی پاک اور افضل کتاب نازل فرمائی۔ اب تمہیں ہرگز کافروں کا مددگار نہ ہونا چاہئے بلکہ ان سے الگ رہنا چاہیے۔ ان سے بیزاری ظاہر کردینی چاہیے اور ان سے مخالفت کا اعلان کردینا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی اتری ہوئی آیتوں سے یہ لوگ کہیں تجھے روک نہ دیں یعنی جو تیرے دین کی مخالفت کرتے ہیں اور لوگوں کو تیری تابعداری سے روکتے ہیں۔ تو اس سے اثر پذیر نہ ہونا' اپنے کام میں لگے رہنا' اللہ تیرے کلمے کو بلند کرنے والا ہے تیرے دین کی تائید کرنے والا ہے۔ تیری رسالت کو غالب کرنے والا ہے۔ تمام دینوں پر تیرے دین کو اونچا کرنے والا ہے۔ تو اپنے رب کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلاتا رہ جو اکیلا اور لاشریک ہے تجھے نہیں چاہیے کہ مشرکوں کا ساتھ دے۔ اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکار۔ عبادت کے لائق وہی ہے۔ الوہیت کے قابل اسی کی عظیم الشان ذات ہے۔ وہی دائم اور باقی ہے۔ حی وقیوم ہے۔ تمام مخلوق مرجائے گی اور وہ موت سے دور ہے۔ جیسے فرمایا ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ ۝ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾ [1] جو بھی یہاں پر ہے فانی ہے تیرے رب کا چہرہ باقی رہ جائے گا جو جلالت وکرامت والا ہے۔ اور ﴿ وَجْهُ ﴾ سے مراد ذات ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے زیادہ سچا کلمہ لبید شاعر کا ہے جو اس نے کہا ((اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ)) یاد رکھو کہ اللہ کے سوا سب کچھ باطل ہے۔ [2] مجاہد ثوری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ہر چیز باطل ہے مگر وہ کام جو اللہ کی رضا جوئی کے لئے کئے جائیں ان کا ثواب رہ جاتا ہے۔ شاعروں کے شعروں میں بھی اور ﴿ وَجْهُ ﴾ کا لفظ اس مطلب کے لئے استعمال کیا گیا۔ ملاحظہ ہو:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ذَنْبًا لَسْتُ مُحْصِيْهِ رَبَّ الْعِبَادِ اِلَيْهِ الْوَجْهُ وَالْعَمَلُ

میں اللہ سے جو تمام بندوں کا رب ہے جس کی طرف توجہ اور قصد ہے اور جس کے لئے عمل ہیں اپنے ان تمام گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں جنہیں میں شمار بھی نہیں کر سکتا۔ یہ قول پہلے قول کے خلاف نہیں۔ یہ بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ انسان کے تمام اعمال اکارت ہیں صرف انہی نیکیوں کے بدلے کا مستحق ہے جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کی ہوں۔ اور پہلے قول کا مطلب بھی بالکل صحیح ہے کہ سب جاندار فانی اور زائل ہیں صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پاک ہے جو فنا اور زوال سے بالاتر ہے۔ وہی اول وآخر ہے ہر چیز سے پہلے تھا اور ہر چیز کے بعد رہے گا۔ مروی ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے دل کو مضبوط کرنا چاہتے تھے تو جنگل میں کسی کھنڈر کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور دردناک آواز سے کہتے کہ اس کے بانی کہاں ہیں؟ پھر خود ہی جواب میں یہی آیت پڑھتے۔ حکم وملک

---

[1] [سورۃ الرحمن: آیت ۲۶-۲۷]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار: باب ما یجوز من الشعر والرجز (۶۱۴۷) صحیح مسلم: کتاب الشعر (۲۲۵۶)]

اور ملکیت صرف اسی کی ہے مالک و متصرف وہی ہے۔ اس کے حکم احکام کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ روز جزا سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ وہ سب کو ان کی نیکیوں اور بدیوں کا بدلہ دے گا۔ نیک کو نیک بدلہ اور برے کو بری سزا۔
الحمدللہ سورۂ قصص کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ العنکبوت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ﴿۲﴾ وَ لَقَدۡ فَتَنَّا
الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَ لَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۳﴾ اَمۡ
حَسِبَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ اَنۡ یَّسۡبِقُوۡنَا ؕ سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ﴿۴﴾

اس اللہ کے نام سے شروع جس سے بڑا نہ کوئی مہربان نہ رحم والا

کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں بغیر آزمائے ہی چھوڑ دیں گے؟ ○ ان سے اگلوں کو بھی ہم نے خوب جانچا یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کر لے گا جو جھوٹے ہیں ○ کیا جو لوگ برائیاں کر رہے ہیں انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہمارے قابو سے باہر ہو جائیں گے۔ یہ لوگ کیسی بری تجویزیں کر رہے ہیں ○

حروف مقطعہ کی بحث سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں گزر چکی ہے۔

مومن پر امتحان لازم: پھر فرماتا ہے یہ ناممکن ہے کہ مومنوں کو بھی امتحان سے چھوڑ دیا جائے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ سب سے زیادہ سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے۔ پھر صالح نیک لوگوں کا پھر ان سے کم درجے والے پھر ان سے کم درجے والے۔ انسان کا امتحان اس کے دین کے اندازے پر ہوتا ہے اگر وہ اپنے دین میں سخت ہے تو مصیبتیں بھی سخت نازل ہوتی ہیں۔ [1] اسی مضمون کا بیان اس آیت میں بھی ہے ﴿اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تُتۡرَکُوۡا وَ لَمَّا یَعۡلَمِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ جٰہَدُوۡا مِنۡکُمۡ﴾ [2] کیا تم نے یہ گمان کر لیا کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ تم میں سے مجاہد کون ہے؟ اسی طرح سورۂ برات اور سورۂ بقرہ میں بھی گزر چکا ہے کہ کیا تم نے یہ سوچ رکھا ہے کہ تم جنت میں یونہی چلے جاؤ گے؟ اگلے لوگوں جیسے سخت امتحان کے موقعے تم پر نہ آئیں گے۔ جیسے کہ انہیں بھوک، دکھ، درد وغیرہ پہنچے۔ یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھ کے ایماندار بول اٹھے

---

[1] **[صحیح:** مسند احمد (۱/ ۱۷۲) ترمذی : کتاب الزھد : باب ما جاء فی الصبر علی البلاء (۲۳۹۸) ابن ماجہ : کتاب الفتن : باب الصبر علی البلاء (۴۰۲۳)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ التوبہ: آیت ۱۶]

کہ اللہ کی مدد کہاں ہے؟ یقین مانو کہ اللہ کی مدد قریب ہے۔ [1] یہاں بھی فرمایا ان سے اگلے مسلمانوں کی بھی جانچ پڑتال کی گئی‘ انہیں بھی سرد وگرم چکھایا گیا تا کہ جو اپنے دعوے میں سچے ہیں اور جو صرف زبانی دعوے کرتے ہیں ان میں تمیز ہو جائے اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اللہ اسے جانتا نہ تھا وہ ہر ہو چکی بات کو اور ہونے والی بات کو برابر جانتا ہے۔ اس پر اہل سنت والجماعت کے تمام اماموں کا اجماع ہے۔ پس یہاں علمِ رؤیت یعنی دیکھنے کے معنی میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ﴿لِنَعْلَمَ﴾ کے معنی ﴿لِنَرَى﴾ کرتے ہیں کیونکہ دیکھنے کا تعلق موجود چیزوں سے ہوتا ہے اور علم اس سے عام ہے۔ پھر فرمایا ہے جو ایمان نہیں لائے وہ بھی گمان نہ کریں کہ امتحان سے بچ جائیں گے بڑے بڑے عذاب اور سخت سزائیں ان کی تاک میں ہیں۔ یہ ہاتھ سے نکل نہیں سکتے۔ ہم سے آگے بڑھ نہیں سکتے۔ ان کے یہ گمان نہایت برے ہیں جن کا برا نتیجہ یہ عنقریب دیکھ لیں گے۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

جسے اللہ کی ملاقات کی امید ہو پس اللہ کا ٹھہرایا ہوا وقت یقیناً آنے والا ہے۔ وہ سب کی سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے ○ ہر ایک کوشش کرنے والا اپنے ہی بھلے کی کوشش کرتا ہے۔ ویسے تو اللہ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے ○ اور جن لوگوں نے یقین کیا اور مطابق سنت کام کئے ہم ان کے تمام گناہوں کو ان سے دور کر دیں گے اور انہیں ان کے نیک اعمال کے بہترین بدلے دیں گے ○

نیکی صرف اپنے لیے: جنہیں آخرت کے بدلوں کی امید ہے وہ اسے سامنے رکھ کر نیکیاں کرتے ہیں۔ ان کی امیدیں پوری ہوں گی اور انہیں نہ ختم ہونے والے ثواب ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ دعاؤں کا سننے والا اور کل کائنات کا جاننے والا ہے۔ اللہ کا ٹھہرایا ہوا وقت ٹلتا نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر نیک عمل کرنے والا اپنا ہی نفع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال سے بے پرواہ ہے۔ اگر سارے انسان متقی بن جائیں تو اللہ کی سلطنت میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں جہاد تلوار چلانے کا نام ہی نہیں۔ انسان نیکیوں کی کوشش میں لگا رہے یہ بھی ایک طرح کا جہاد ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تمہاری نیکیاں اللہ کے کسی کام نہیں آتیں لیکن بہر حال اس کی یہ مہربانی ہے کہ وہ تمہیں نیکیوں پر بدلے دیتا ہے۔ ان کی وجہ سے تمہاری برائیاں معاف فرما دیتا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی نیکی کی قدر کرتا ہے اور اس پر بڑے سے بڑا اجر دیتا ہے۔ ایک ایک نیکی کا سات سات سو گنا بدلہ عنایت فرماتا ہے اور بدی کو یا تو بالکل ہی معاف فرما دیتا ہے یا اسی کے برابر سزا دیتا ہے۔ وہ ظلم سے پاک ہے‘ نیکیوں کو بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم دیتا ہے۔ [2] ایمانداروں کی سنت کے مطابق نیکیاں قبول فرماتا ہے۔ ان کے گناہوں سے درگزر کر لیتا ہے اور ان کے اچھے اعمال کا بدلہ عطا فرماتا ہے۔

---

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ۲۱٤]
[2] [سورۃ النسآء: آیت ٤٠]

وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ حُسۡنًا ؕ وَاِنۡ جَاهَدٰكَ لِتُشۡرِكَ بِیۡ مَا لَيۡسَ لَكَ
بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا ؕ اِلَیَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدۡخِلَنَّهُمۡ فِى الصّٰلِحِيۡنَ ۝

ہم نے ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے ہاں اگر وہ یہ کوشش کریں تو میرے ساتھ اسے شریک کرلے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا۔تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے پھر میں ہر اس چیز سے جو تم کرتے تھے تمہیں خبر دوں گا ○ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کئے انہیں میں اپنے نیک بندوں میں شمار کرلوں گا ○

والدین سے حسن سلوک کی تاکید: پہلے اپنی توحید پر مضبوطی کے ساتھ کاربند رہنے کا حکم فرما کر اب ماں باپ کے سلوک واحسان کا حکم دیتا ہے کیونکہ انہی سے انسان کا وجود ہوتا ہے۔ باپ خرچ کرتا ہے اور پرورش کرتا ہے ماں محبت رکھتی ہے اور پالتی ہے۔دوسری آیت میں فرمان ہے ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا ﴾ [1] الخ' اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کی پوری اطاعت کرو۔ ان دونوں کا یا ان میں سے ایک کا بڑھاپے کا زمانہ آجائے تو انہیں اف بھی نہ کہنا' ڈانٹ ڈپٹ تو کہاں کی' بلکہ ان کے ساتھ ادب سے کلام کرنا اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھکے رہنا اور اللہ سے ان کے لئے دعا کرنا کہ اے اللہ ان پر ایسا ہی رحم کر جیسے یہ بچپن میں مجھ پر کیا کرتے تھے۔لیکن ہاں یہ خیال رہے کہ اگر یہ شرک کی طرف بلائیں تو ان کا کہا نہ ماننا۔سمجھ لو کہ ایک دن تمہیں میرے سامنے کھڑے ہونا ہے۔اس وقت میں اپنی پرستش کا اور میرے فرمان کے تحت ماں باپ کی اطاعت کرنے کا بدلہ دوں گا۔اور نیک لوگوں کے ساتھ حشر کروں گا۔اگر تم نے اپنے ماں باپ کی وہ باتیں نہیں مانیں جو میرے احکام کے خلاف نہیں تو وہ خواہ کیسے ہی ہوں میں ان سے تمہیں الگ کرلوں گا۔کیونکہ قیامت کے دن انسان اس کے ساتھ ہوگا جسے وہ دنیا میں چاہتا تھا۔اس لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ ایمان والوں اور نیک عمل والوں کو میں اپنے صالح بندوں میں ملا دوں گا۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بارے میں چار آیتیں اتریں جن میں سے ایک آیت یہ بھی ہے۔یہ اس لئے اتری کہ میری ماں نے مجھ سے کہا کہ اے سعد! کیا اللہ کا حکم میرے ساتھ نیکی کرنے کا نہیں؟ اگر تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار نہ کیا تو واللہ میں کھانا پینا چھوڑ دوں گی چنانچہ اس نے یہی کیا یہاں تک کہ لوگ زبردستی اس کا منہ کھول کر غذا حلق میں پہنچا دیتے تھے پس یہ آیت اتری۔(ترمذی وغیرہ) [2]

---

[1] [سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۲۳۔۲۴]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب فضل سعد بن ابی وقاص (۱۷۴۸۔۴۴)
ترمذی : کتاب تفسیرالقرآن : باب سورۃ العنکبوت (۳۱۸۹)]

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوۡذِىَ فِى اللّٰهِ جَعَلَ فِتۡنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنۡ جَآءَ نَصۡرٌ مِّنۡ رَّبِّكَ لَيَقُوۡلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمۡ ؕ اَوَلَيۡسَ اللّٰهُ بِاَعۡلَمَ بِمَا فِىۡ صُدُوۡرِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۰﴾ وَلَيَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَيَعۡلَمَنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ ﴿۱۱﴾

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو زبانی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں لیکن جب اللہ کی راہ میں کوئی مشکل ان پر پڑتی ہے تو لوگوں کی ایذا دہی کو اللہ کے عذاب کی طرح بنا لیتے ہیں۔ ہاں اگر اللہ کی مدد آ جائے تو پکار اٹھتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھی ہی ہیں کیا دنیا جہاں کے دلوں میں جو کچھ ہے اس سے اللہ دانا نہیں؟ ○ جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ انہیں بھی جان کر رہے گا اور منافقوں کو بھی جان کر ہی رہے گا ○

منافقوں کے زبانی دعوے: ان منافقوں کا ذکر ہو رہا ہے جو زبانی ایمان کا دعویٰ کر لیتے ہیں لیکن جہاں مخالفین کی طرف سے کوئی دکھ پہنچا کہ یہ اسے اللہ کا عذاب سمجھ کر مرتد ہو جاتے ہیں۔ یہی معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے کئے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّعۡبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرۡفٍ﴾ [1] الخ، یعنی بعض لوگ ایک کنارے کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اگر راحت ملی تو مطمئن ہو گئے اور اگر مصیبت پہنچی تو منہ پھیر لیا یہاں یہی بیان ہو رہا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی غنیمت ملی کوئی فتح ملی تو اپنا دیندار ہونا ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَلَّذِيۡنَ يَتَرَبَّصُوۡنَ بِكُمۡ﴾ [2] الخ، وہ تمہیں دیکھتے رہتے ہیں اگر فتح و نصرت ہوئی تو ہانک لگانے لگتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں ہیں؟ اور اگر کافروں کی بن آئی تو ان سے اپنی ساز جتانے لگتے ہیں کہ دیکھو ہم نے تمہارا ساتھ دیا اور تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بہت ممکن ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو بالکل ہی غالب کر دے پھر تو یہ اپنی اس چھپی ہوئی حرکت پر صاف نادم ہو جائیں۔ یہاں فرمایا کہ یہ کیا بات ہے؟ انہیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ اللہ عالم الغیب ہے۔ وہ جہاں زبانی بات جانتا ہے وہاں قلبی بات بھی اسے معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ بھلائیاں برائیاں پہچان کر نیک اور بد کو مومن و منافق کو الگ الگ کر دے گا۔ نفس کے پرستار، نفع کے خواہاں یکسو ہو جائیں گے اور نفع نقصان میں ایمان کو نہ چھوڑنے والے ظاہر ہو جائیں گے جیسے فرمایا ﴿وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ حَتّٰى نَعۡلَمَ الۡمُجٰهِدِيۡنَ مِنۡكُمۡ وَالصّٰبِرِيۡنَ﴾ [3] الخ، ہم تمہیں آزماتے رہا کریں گے یہاں تک کہ تم میں سے مجاہدین کو اور صابرین کو ہم دنیا کے سامنے ظاہر کر دیں اور تمہاری خبریں دیکھ بھال لیں احد کے امتحان کا ذکر کر کے فرمایا کہ اللہ مومنوں کو جس حالت پر وہ تھے رکھنے والا نہ تھا جب تک کہ خبیث و طیب کی تمیز نہ کر لے۔

وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوۡا سَبِيۡلَنَا وَلۡنَحۡمِلۡ خَطٰيٰكُمۡ ؕ وَمَا هُمۡ بِحٰمِلِيۡنَ مِنۡ خَطٰيٰهُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ ؕ اِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ ﴿۱۲﴾ وَلَيَحۡمِلُنَّ اَثۡقَالَهُمۡ وَاَثۡقَالًا مَّعَ اَثۡقَالِهِمۡ وَلَيُسۡـئَلُنَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۱۳﴾ ع

---

[1] [الحج : ١١]　[2] [النسآء : ١٤١]　[3] [محمد : ٣١]

کافروں نے ایمانداروں سے کہا کہ تم ہماری راہ کی تابعداری کرو تمہارے گناہ ہم اٹھالیں گے۔ حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی نہیں اٹھانے کے یہ تو محض جھوٹے ہیں ○ البتہ یہ اپنے بوجھ ڈھوئیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ ہی اور بوجھ بھی اور جو کچھ افترا پردازیاں کر رہے ہیں۔ ان سب کی بابت ان سے باز پرس کی جائے گی ○

سب اپنے گناہوں کا ہی بوجھ اٹھائیں گے: کفار قریش مسلمانوں کو بہکانے کے لئے ان سے یہ بھی کہتے تھے کہ تم ہمارے مذہب پر عمل کرو اگر اس میں کوئی گناہ ہو تو وہ ہم پر۔ حالانکہ یہ اصولاً غلط ہے کہ کسی کا بوجھ کوئی اٹھائے۔ یہ بالکل دروغ گو ہیں۔ کوئی اپنے قرابتداروں کے گناہ بھی اپنے اوپر نہیں لے سکتا۔ دوست دوست کو اس دن نہ پوچھے گا ہاں یہ لوگ اپنے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں گے اور جنہیں انہوں نے گمراہ کیا ہے ان کے بوجھ بھی ان پر لادے جائیں گے مگر وہ گمراہ شدہ لوگ ہلکے نہ ہوں گے۔ ان کا بوجھ ان پر ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿لِيَحْمِلُوْا اَوْزَارَهُمْ﴾ [1] الخ، یعنی یہ اپنے کامل بوجھ اٹھائیں گے اور جنہیں بہکایا تھا ان کے بہکانے کا گناہ بھی ان پر ہو گا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جو ہدایت کی طرف لوگوں کو دعوت دے۔ قیامت تک جو لوگ اس ہدایت پر چلیں گے ان سب کو جتنا ثواب ہوگا اتنا ہی اس ایک کو ہوگا لیکن ان ثوابوں میں سے گھٹ کر نہیں۔ اسی طرح جس نے برائی پھیلائی اس پر جو بھی عمل پیرا ہوں ان سب کو جتنا گناہ ہوگا اتنا ہی اس ایک کو ہوگا لیکن ان گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ [2] اور حدیث میں ہے کہ زمین پر جتنی خون ریزیاں ہوتی ہیں حضرت آدم علیہ السلام کا وہ لڑکا جس نے اپنے بھائی کو ناحق قتل کر دیا تھا اس پر اس خون کا وبال پڑتا ہے اس لئے کہ قتل بے جا اسی سے شروع ہوا۔ [3] ان کے تمام بہتان جھوٹ افترا کی ان سے بروز قیامت باز پرس ہوگی۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تمام رسالت پہنچا دی آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ظلم سے بچو کیونکہ قیامت والے دن اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا مجھے اپنی عزت کی اور اپنے جلال کی قسم آج ایک ظالم کو بھی میں نہ چھوڑوں گا۔ پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ فلاں فلاں کہاں ہے؟ وہ آئے گا اور پہاڑ کے پہاڑ نیکیوں کے اس کے ساتھ ہوں گے یہاں تک کہ اہل محشر کی نگاہیں اس کی طرف اٹھنے لگیں گی وہ اللہ کے سامنے آ کر کھڑا ہو جائے گا پھر منادی ندا کرے گا کہ اس کی طرف سے کسی کا کوئی حق ہو اس نے کسی پر ظلم کیا ہو وہ آ جائے اور اپنا بدلہ لے لے۔ اب تو ادھر ادھر سے لوگ اٹھ

---

[1] [سورة النحل: آیت ۲۵]

[2] [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب العلم : باب من سن سنة حسنة اوسيئة (٦٧٤٥) ابو داؤد : کتاب السنة : باب من دعا الى السنة (٤٦٠٩) ترمذی : کتاب العلم : باب ما جآء فیمن دعا الى هدى فاتبع (٢٦٧٤) مسند احمد (٣٨٠/٢)]

[3] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب خلق آدم و ذریته (٣٣٣٥) صحیح مسلم : کتاب القسامة والمحاربين : باب بيان اثم من سن القتل (٤٣٥٥) ابن ماجه : کتاب الديات : باب التغليظ فی قتل مسلم ظلما (٢٦١٦) ترمذی : کتاب العلم : باب ما جآء الدال على الخير كفاعله (٢٦٧٣) نسائی : کتاب تحريم الدم (٣٩٩٦) مسند احمد (٣٨٢/١)]

کھڑے ہوں گے اور اسے گھیر کر اللہ کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے‘ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے ان بندوں کو ان کے حق دلواؤ۔ فرشتے کہیں گے اے اللہ کیسے دلوائیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کی نیکیاں لو اور انہیں دو چنانچہ یوں ہی کیا جائے گا یہاں تک کہ ایک نیکی باقی نہیں رہے گی اور ابھی تک بعض مظلوم اور حقدار باقی رہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا انہیں بھی بدلہ دو فرشتے کہیں گے اب تو اس کے پاس ایک نیکی بھی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ حکم دے گا ان کے گناہ اس پر لاد دو۔ پھر حضور ﷺ نے گھبرا کر اس آیت کی تلاوت فرمائی ﴿ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا ﴾ [1] الخ‘ ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ (رضی اللہ عنہ)! قیامت کے دن مومن کی تمام کوششوں سے سوال کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کے سرمے اور اس کے مٹی کے گوندھنے سے بھی۔ دیکھ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن کوئی اور تیری نیکیاں لے جائے۔ [2]

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ۭ فَاَخَذَهُمُ
الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا وہ ان میں ساڑھے نو سو سال تک رہے‘ پھر تو انہیں طوفان نے دھر پکڑا اور وہ تھے بھی ظالم ○ پھر ہم نے اسے اور کشتی والوں کو نجات دی اور اس واقعہ کو ہم نے تمام جہان کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا ○

ساڑھے نو سو سال دعوت: اس میں آنحضرت ﷺ کی تسلی ہے۔ آپ ﷺ کو خبر دی جاتی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اتنی لمبی مدت تک اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلاتے رہے۔ دن رات‘ پوشیدہ اور ظاہر ہر طرح آپ نے انہیں اللہ کے دین کی دعوت دی۔ لیکن وہ اپنی سرکشی اور گمراہی میں ہی بڑھتے گئے۔ بہت ہی کم لوگ آپ پر ایمان لائے آخر کار اللہ کا غضب ان پر بصورتِ طوفان آیا اور انہیں تہس نہس کر دیا تو اے پیغمبر آخر الزماں ﷺ آپ اپنی قوم کی اس تکذیب کو نیا خیال نہ کریں۔ آپ اپنے دل کو رنجیدہ نہ کریں۔ ہدایت وضلالت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جن لوگوں کا جہنم میں جانا طے ہو چکا ہے انہیں تو کوئی بھی ہدایت نہیں دے سکتا۔ تمام نشانیاں گو دیکھ لیں لیکن انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ بالآخر جیسے حضرت نوح علیہ السلام کو نجات ملی اور قوم ڈوب گئی اسی طرح آخر میں غلبہ آپ کا ہے اور آپ کے مخالفین پست ہوں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ چالیس سال کی عمر میں نوح نبی علیہ السلام کو نبوت ملی اور نبوت کے بعد ساڑھے نو سو سال تک آپ نے اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ طوفان کی عالمگیر ہلاکت کے بعد بھی حضرت نوح علیہ السلام ساٹھ سال تک زندہ رہے یہاں تک کہ بنو آدم کی نسل پھیل گئی اور دنیا میں یہ بکثرت نظر آنے لگے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کل ساڑھے نو سو سال کی تھی تین سو سال تو آپ کے بے دعوت ان میں

---

[1] [**ضعیف ولہ شاھد** : اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں صدقہ راوی ضعیف ہے البتہ اس کا صحیح شاہد موجود ہے۔ دیکھئے: صحیح مسلم (۲۵۸۱) ترمذی (۲۴۲۰)]

[2] [**ضعیف** : ابو نعیم فی الحلیۃ (۱۰/۳۱)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

گزرے، تین سو سال تک اللہ کی طرف اپنی قوم کو بلاتے رہے اور ساڑھے تین سو سال طوفان کے بعد زندہ رہے لیکن یہ قول غریب ہے اور آیت کے ظاہری الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو اللہ کی وحدانیت کی طرف بلاتے رہے عون بن ابی شداد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب آپ کی عمر سو سال کی تھی اس وقت اللہ کی وحی آپ کو آئی اس کے بعد ساڑھے نو سو برس تک آپ لوگوں کو کلامُ اللہ پہنچاتے رہے اس کے بعد پھر ساڑھے تین سو سال کی اور عمر پائی۔ لیکن یہ بھی قول غریب ہے۔ زیادہ ٹھیک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نظر آتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجاہد رحمہ اللہ سے پوچھا کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں کتنی مدت تک رہے؟ انہوں نے کہا ساڑھے نو سو سال۔ آپ نے فرمایا اس کے بعد سے لوگوں کے اخلاق اور ان کی عمریں اور عقلیں آج تک گھٹتی ہی چلی آئیں۔ جب قوم نوح پر اللہ کا غضب نازل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم وفضل سے اپنے نبی کو اور ایمان والوں کو جو آپ کے ساتھ آپ کے حکم سے طوفان سے پہلے کشتی میں سوار ہو چکے تھے بچالیا۔ سورۂ ہود میں اس کی پوری تفسیر گزر چکی ہے اس لئے یہاں دوبارہ وارد نہیں کرتے ہم نے اس کشتی کو دنیا کے لئے نشان عبرت بنا دیا۔ یا تو خود اس کشتی کو جیسے حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اول اسلام تک وہ جودی پہاڑی پر تھی۔ یا یہ کہ اس کشتی کو دیکھ کر پھر پانی کے سفر کے لئے جو کشتیاں لوگوں نے بنائیں ان کو انہیں دیکھ کر اللہ کا وہ بچانا یاد آجاتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ﴾ [1] الخ، ہماری قدرت کی ایک نشانی ان کے لئے یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں بٹھالیا۔ اور ہم نے ان کے لئے اور بھی اسی جیسی سواریاں بنادیں۔ سورۂ الحاقہ میں فرمایا جب پانی کا طوفان آیا تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کرلیا اور اس واقعہ کو تمہارے لئے ایک یادگار بنا دیا تا کہ جن کانوں کو اللہ نے یاد رکھنے کی طاقت دی ہے وہ یاد رکھ لیں۔ یہاں شخص سے جنس کی طرف چڑھاؤ کیا ہے۔ جیسے ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا﴾ [2] والی آیت میں ہے کہ آسمان دنیا کے ستاروں کے باعث زینتِ آسمان ہونا بیان فرما کر ان کی وضاحت میں شہاب کا شیطانوں کے لئے رجم ہونا بیان فرمایا ہے۔ اور آیت میں انسان کا مٹی سے پیدا ہونا ذکر کر کے فرمایا پھر ہم نے اسے نطفے کی شکل میں قرارگاہ میں کر دیا۔ ہاں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آیت میں ﴿هَا﴾ کی ضمیر کا مرجع عقوبت اور سزا کو کیا جائے۔ واللہ اعلم (یہاں یہ خیال رہے کہ تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں شروع تفسیر میں کچھ عبارت زیادہ ہے جو بعض نسخوں میں نہیں۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کا ساڑھے نو سو سال تک کا آزمایا جانا بیان کیا اور ان کی قوم کو ان کی اطاعت کے ساتھ آزمانا بتلایا کہ ان کی تکذیب کی وجہ سے اللہ نے انہیں غرق کر دیا۔ پھر اس کے بعد جلا دیا۔ پھر قوم ابراہیم کی آزمائش کا ذکر کیا کہ انہوں نے بھی اطاعت ومتابعت نہ کی پھر لوط علیہ السلام کی آزمائش کا ذکر کیا اور ان کی قوم کا حشر بیان فرمایا۔ پھر حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے واقعات سامنے رکھے پھر عادیوں، ثمودیوں، قارونیوں، فرعونیوں، ہامانیوں وغیرہ کا ذکر کیا کہ اللہ پر ایمان نہ لانے اور اس کی

---

[1] [سورۂ یسین: آیت ۴۱۔۴۴]
[2] [سورۃ الملک: آیت ۵]

توحید کو نہ ماننے کی وجہ سے انہیں بھی طرح طرح کی سزائیں دی گئیں۔ پھر اپنے پیغمبر اعظم المرسلین ﷺ مشرکین اور منافقین سے تکالیف سہنے کا ذکر کیا اور آپ کو حکم فرمایا کہ اہل کتاب سے بہترین طریق پر مناظرہ کریں)

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا عَلَي الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

ابراہیم نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو۔ اگر تم میں دانائی ہے تو یہی تمہارے لئے بہتر ہے ○ تم تو اللہ کے سوا بتوں کی پوجا پاٹ کر رہے ہو اور جھوٹی باتیں دل سے گھڑ لیتے ہو‘ سنو جن جن کی تم اللہ کے سوا پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ تو تمہاری روزی کے مالک نہیں پس تمہیں چاہیے کہ تم اللہ ہی سے روزیاں طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کی شکر گزاری کرتے رہو‘ اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○ اور اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے کی امتوں نے بھی جھٹلایا ہے‘ رسول کے ذمہ تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہی ہے ○

ابراہیم علیہ السلام کی قوم کو نصیحت: امام الموحدین ابو المرسلین خلیل اللہ علیہ السلام کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو توحید اللہ کی دعوت دی ریاکاری سے بچنے اور دل میں پرہیزگاری قائم کرنے کا حکم دیا اس کی نعمتوں پر شکر گزاری کرنے کو فرمایا۔ اور اس کا نفع بھی بتایا کہ دنیا آخرت کی برائیاں اس سے دور ہو جائیں گی اور دونوں جہاں کی نعمتیں اس سے مل جائیں گی۔ ساتھ ہی انہیں بتایا کہ جن بتوں کی تم پرستش کر رہے ہو یہ تو بے ضرر اور بے نفع ہیں تم نے خود ہی ان کے نام اور ان کے اجسام تراش لئے ہیں۔ یہ تو تمہاری طرح مخلوق ہیں بلکہ تم سے بھی کمزور ہیں یہ تمہاری روزیوں کے بھی مختار نہیں۔ اللہ ہی سے روزیاں طلب کرو۔ اسی حصہ کے ساتھ آیت ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ [1] بھی ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ یہی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی دعا میں ہے ﴿رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ﴾ [2] اے اللہ! میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا۔ چونکہ اس کے سوا کوئی رزق نہیں دے سکتا اس لئے تم اسی سے روزیاں طلب کرو اور جب اس کی روزیاں کھاؤ تو اس کے سوا دوسرے کی عبادت بھی نہ کرو۔ اس کی نعمتوں کا شکر بھی بجا لاؤ۔ تم میں سے ہر ایک اسی کی طرف لوٹنے والا ہے۔ وہ ہر عامل کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔ دیکھو مجھے جھوٹا کہہ کر خوش نہ ہو۔ نظریں ڈالو کہ تم سے پہلے جنہوں نے نبیوں کو جھوٹ کی طرف منسوب کیا تھا ان کی کیسی درگت ہوئی؟ یاد رکھو نبیوں کا کام صرف پیغام الٰہی پہنچا دینا ہے۔ ہدایت عدم ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے۔ اپنے آپ کو سعادت مندوں میں بناؤ‘ بدبختوں

---

[1] [سورۃ فاتحہ: آیت ٤] [2] [سورۃ التحریم: آیت ١١]

میں شامل نہ کرو۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید تشفی کی گئی ہے اس مطلب کا تقاضا تو یہ ہے کہ پہلا کلام ختم ہوا۔ اور یہاں سے لے کر ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ﴾ تک یہ سب عبارت بطور جملہ معترضہ کے ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے تو کھلے لفظوں میں یہی کہا ہے۔ لیکن الفاظ قرآن سے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کلام حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام کا ہے آپ قیامت کے قائم ہونے کی دلیلیں پیش کر رہے ہیں کیونکہ اس تمام کلام کے بعد آپ کی قوم کا جواب ذکر ہوا ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑲
قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑳ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَاِلَيْهِ
تُقْلَبُوْنَ ㉑ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ۡ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ
اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ㉒ ۧ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَاۗىِٕهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ يَىِٕسُوْا
مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ㉓

ع ۱۲

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ مخلوق کی ابتدا کی کیفیت اللہ نے کیا کی پھر بھی اللہ اس کا اعادہ کرے گا تو یہ اللہ پر بہت ہی آسان ہے ○ کہہ دے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ کس طرح اللہ نے ابتداء پیدائش کی پھر اللہ ہی دوسری نئی پیدائش کرے گا ○ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ○ جسے چاہے عذاب کرے جس پر چاہے رحم کرے، سب اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے ○ تم نہ تو زمین میں اللہ کو عاجز کر سکتے ہو نہ آسمان میں نہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی والی ہے نہ مددگار ○ جو لوگ اللہ کی آیتوں اور اس کی ملاقات کو بھلاتے ہیں وہ میری رحمت سے ناامید ہو جائیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہیں ○

دوسری مرتبہ پیدا کرنا پہلی مرتبہ سے زیادہ آسان: دیکھتے ہیں کہ وہ کچھ نہ تھے پھر اللہ نے پیدا کر دیا لیکن تاہم مر کر جینے کے قائل نہیں حالانکہ اس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ جو ابتداءً پیدا کر سکتا ہے اس پر دوبارہ پیدا کرنا بہت ہی آسان ہے۔ پھر انہیں ہدایت کرتے ہیں کہ زمین اور نشانیوں پر غور کرو۔ آسمانوں، ستاروں، زمینوں، پہاڑوں، درختوں، جنگلوں، نہروں، دریاؤں، سمندروں، پھلوں، کھیتوں، دیکھو تو سہی یہ سب کچھ نہ تھا پھر اللہ نے یہ سب کچھ کر دیا کیا یہ تمام نشانیاں اللہ کی قدرت کو تم پر ظاہر نہیں کرتیں؟ تم نہیں دیکھتے کہ اتنا بڑا صانع وقدیر اللہ کچھ نہیں کر سکتا؟ وہ تو صرف ''ہوجا'' کے کہنے سے تمام کو رچا دیتا ہے۔ وہ خود مختار ہے اسے اسباب کی ضرورت نہیں۔ اسی مضمون کو اور جگہ فرمایا کہ وہی نئی پیدائش میں پیدا کرتا ہے وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ تو اس پر بہت آسان ہے۔[1] پھر فرمایا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ اللہ نے ابتدائی پیدائش کس طرح کی تو تمہیں معلوم ہو جائے

---

[1] [الروم: ۲۷]

گا کہ قیامت کے دن کی دوسری پیدائش کی کیا کیفیت ہوگی؟۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جیسے فرمایا ہم انہیں دنیا کے ہر حصے میں اور خود ان کی اپنی جانوں میں اپنی نشانیاں اس قدر دکھائیں گے کہ ان پر حق ظاہر ہو جائے۔ [1] اور جگہ ارشاد ہے ﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ﴾ [2] الخ' کیا وہ بغیر کسی چیز کے پیدا کئے گئے یا وہی اپنے خالق ہیں؟ یا وہ آسمان وزمین کے خالق ہیں؟ کچھ نہیں بے یقین لوگ ہیں۔ یہ اللہ کی شان ہے کہ جسے چاہے عذاب کرے' جس پر چاہے رحم کرے' وہ حاکم ہے' قبضے والا ہے' جو چاہتا ہے کرتا ہے' جو ارادہ کرتا ہے جاری کر دیتا ہے' کوئی اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا' کوئی اس کے ارادے کو بدل نہیں سکتا کوئی اس سے چوں چراں نہیں کر سکتا' کوئی اس سے سوال کر ہی نہیں سکتا اور وہ سب پر غالب ہے۔ جس سے چاہے پوچھ بیٹھے سب اس کے قبضے میں اس کی ماتحتی میں ہیں۔ خلق کا خالق امر کا مالک وہی ہے۔ اس نے جو کچھ کیا سراسر عدل ہے اس لئے وہی مالک ہے وہ ظلم سے پاک ہے۔ حدیث شریف میں ہے اگر اللہ تعالیٰ ساتوں آسمان والوں اور زمین والوں کو عذاب کرے تب بھی وہ ظالم نہیں۔ [3] عذاب ورحم سب اس کی چیزیں ہیں۔ سب کے سب قیامت کے دن اس کی طرف لوٹائے جائیں گے اسی کے سامنے حاضر ہو کر پیش ہوں گے۔ زمین والوں میں سے اور آسمان والوں میں سے کوئی اسے ہرا نہیں سکتا۔ بلکہ سب پر وہی غالب ہے۔ ہر ایک اس سے کانپ رہا ہے سب اس کے در کے فقیر ہیں وہ سب سے غنی ہے۔ تمہارا کوئی ولی اور مددگار اس کے سوا نہیں۔ اللہ کی آیتوں سے کفر کرنے والے اس کی ملاقات کو نہ ماننے والے اللہ کی رحمت سے محروم ہیں اور ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک الم افزا عذاب ہیں۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٤﴾ وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٢٥﴾

آپ کی قوم کا جواب بجز اس کے آپ کے سامنے کچھ نہ تھا کہ کہنے لگے کہ اسے مار ڈالو یا اسے جلا دو آخر اللہ نے انہیں آگ سے بچا لیا اس میں ایماندار لوگوں کے لئے تو بہت سی نشانیاں ہیں ○ حضرت ابراہیم نے کہا کہ تم نے جن بتوں کی پرستش اللہ کے سوا کی ہے انہیں تو تم نے اپنی آپس کی دنیوی دوستی کی بنا پر ٹھہرا لیا ہے تم سب قیامت کے دن ایک دوسرے سے کفر کرنے لگو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگو گے اور تمہارا سب کا ٹھکانا دوزخ ہو گا اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا ○

---

[1] [فصلت : ٥٣] [2] [الطور : ٣٥-٣٦]

[3] **[صحیح** : ابو داؤد : کتاب السنة : باب في القدر (٤٦٩٩) ابن ماجه : مقدمه : باب في القدر (٧٧) مسند احمد (١٨٢/٥)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

واضح دلائل کے بعد بھی قوم کا انکار: حضرت ابرہیم علیہ السلام کا یہ عقلی اور نقلی دلائل کا وعظ بھی ان لوگوں کے دلوں پر اثر نہ کر سکا اور انہوں نے یہاں بھی اپنی اسی شقاوت کا مظاہرہ کیا۔ جواب تو ان دلیلوں کا دے نہیں سکتے تھے لہٰذا اپنی قوت سے حق کو دبانے لگے اور اپنی طاقت سے سچ کو روکنے لگے کہنے لگے ایک گڑھا کھودو اس میں آگ بھڑکاؤ اور اس آگ میں اسے ڈال دو کہ جل جائے۔ لیکن اللہ نے ان کے اس مکر کو انہی پر لوٹا دیا مدتوں تک لکڑیاں جمع کرتے رہے اور ایک گڑھا کھود کر اس کے اردگرد احاطے کی دیواریں کھڑی کر کے لکڑیوں میں آگ لگا دی جب اس کے شعلے آسمان تک پہنچنے لگے اور اتنی زور کی آگ روشن ہوئی کہ زمین پر کہیں اتنی آگ نہیں دیکھی گئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکڑ کر باندھ کر منجنیق میں ڈال کر جھلا کر اس آگ میں ڈال دیا لیکن اللہ نے اسے اپنے خلیل اللہ علیہ السلام پر باغ و بہار بنا دیا آپ کئی دن کے بعد صحیح سلامت اس میں سے نکل آئے۔ یہ اور اس جیسی اور قربانیاں تھیں جن کے باعث آپ کو امامت کا منصب عطا ہوا۔ اپنا نفس آپ نے رحمان کے لئے' اپنا جسم آپ نے میزان کے لئے' اپنی اولاد آپ نے قربانی کے لئے' اپنا مال آپ نے فیضان کے لئے کر دیا' یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کل ادیان والے آپ سے محبت رکھتے ہیں۔ اللہ نے آگ کو آپ کے لئے باغ بنا دیا۔ اس واقعہ میں ایمانداروں کے لئے قدرت الٰہی کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ جن بتوں کو تم نے معبود بنا رکھا ہے یہ تمہارا ایکا اور اتفاق دنیا تک ہی ہے۔ ﴿مَوَدَّةً﴾ زبر کے ساتھ مفعول لہ ہے۔ ایک قرأت میں پیش کے ساتھ بھی ہے یعنی تمہاری یہ بت پرستی تمہارے لئے گو دنیا کی محبت حاصل کرا دے۔ لیکن قیامت کے دن معاملہ برعکس ہو جائے گا مودت کی جگہ نفرت اور اتفاق کے بدلے اختلاف ہو جائے گا۔ ایک دوسرے سے جھگڑو گے' ایک دوسرے پر الزام رکھو گے' ایک دوسرے پر لعنتیں بھیجو گے۔ ہر گروہ دوسرے گروہ پر پھٹکار برسائے گا۔ سب دوست دشمن بن جائیں گے۔ ہاں پرہیزگار' نیکوکار آج بھی ایک دوسرے کے خیر خواہ اور دوست رہیں گے۔ کفار سب کے سب میدانِ قیامت کی ٹھوکریں کھا کھا کر بالآخر جہنم میں جائیں گے۔ کوئی اتنا بھی نہ ہوگا کہ ان کی کسی طرح مدد کر سکے۔ حدیث میں ہے تمام اگلے پچھلوں کو اللہ تعالیٰ ایک میدان میں جمع کرے گا۔ کون جان سکتا ہے کہ دونوں سمت میں سے کس طرف؟ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ علم والا ہے۔ پھر ایک منادی عرش تلے سے آواز دے گا کہ اے موحدو! تب توحید والے اپنا سر اٹھائیں گے پھر یہی آواز لگائے گا پھر سہ بارہ یہی پکارے گا اور کہے گا اللہ تعالیٰ نے تمہاری تمام لغزشوں سے درگزر فرما لیا۔ اب لوگ کھڑے ہوں گے اور آپس کی ناچاقیوں اور لین دین کا مطالبہ کرنے لگیں گے تو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف سے آواز دی جائے گی کہ اے اہل توحید! تم تو آپس میں ایک دوسرے کو معاف کر دو تمہیں اللہ بدل دے گا۔ [1]

---

[1] [ضعیف : طبرانی اوسط (٤٨٠٣) مجمع الزوائد (١٠/٣٥٥)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ابو عاصم ربیع بن اسماعیل کو امام ابو حاتمؒ نے منکر الحدیث کہا ہے۔]

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

حضرت ابراہیم پر حضرت لوط ایمان لائے اور کہنے لگے کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں وہ بڑا ہی غالب اور حکیم ہے ○ ہم نے ابراہیم کو اسحاق و یعقوب عطا فرمایا اور ہم نے نبوت اور کتاب ان کی اولاد میں کردی اور ہم نے دنیا میں بھی اسے ثواب دیا اور آخرت میں تو وہ صالح لوگوں میں سے ہے ○

حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابرہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ لوط بن ھاران بن آزر، آپ کی ساری قوم میں سے ایک تو حضرت لوط علیہ السلام ایمان لائے تھے اور ایک حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جو آپ کی بیوی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کی بیوی صاحبہ کو اس ظالم بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کے ذریعہ اپنے پاس بلوایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ دیکھو میں نے اپنا رشتہ تم سے بھائی بہن کا بنایا ہے تم بھی یہی کہنا کیونکہ اس وقت دنیا پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے تو ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ کوئی میاں بیوی ہمارے سوا ایماندار نہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام آپ پر ایمان تو لائے تھے مگر اسی وقت ہجرت کر کے شام چلے گئے تھے پھر اہل سدوم کی طرف نبی بنا کر بھیج دیئے گئے تھے جیسا کہ بیان گزرا اور آئے گا۔ ہجرت کا ارادہ یا تو حضرت لوط علیہ السلام نے ظاہر فرمایا کیونکہ ضمیر کا مرجع اقرب تو یہی ہیں۔ یا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک رحمہ اللہ کا بیان ہے۔ تو گویا حضرت لوط علیہ السلام کے ایمان لانے کے بعد آپ نے اپنی قوم سے دست برداری کر لی اور اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ کسی اور جگہ جاؤں شاید وہاں والے اللہ والے بن جائیں۔ عزت اللہ کی اس کے رسول کی اور مومنوں کی ہے۔ حکمت والے اقوال افعال، تقدیر شریعت اللہ کی ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ کوفے سے ہجرت کر کے شام کے ملک کی طرف گئے۔

حدیث میں ہے کہ ہجرت کے بعد کی ہجرت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ کی طرف ہو گی۔ اس وقت زمین پر بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جنہیں زمین تھوک دے گی اور اللہ ان سے نفرت کرے گا انہیں آگ سوروں اور بندروں کے ساتھ ہنکاتی پھرے گی۔ راتوں کو دنوں کو انہی کے ساتھ رہے گی اور ان کی جھڑن کھاتی رہے گی [1] اور روایت میں ہے جو ان میں سے پیچھے رہ جائے گا اسے یہ آگ کھا جائے گی اور مشرق کی طرف سے کچھ لوگ میری امت میں ایسے نکلیں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا ان کے خاتمے کے بعد دوسرا گروہ کھڑا ہوگا یہاں تک کہ آپ نے بیس سے بھی زیادہ بار اسے دہرایا۔ یہاں تک کہ انہی کے آخری گروہ میں سے دجال نکلے گا۔ [2] حضرت

[1] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۷۷۳۰)]

[2] [ضعیف: مسند احمد (۱۹۹/۲) مستدرك حاكم (۵۱۰/۴) غاية المقصد (۱۸۵/۲) عبد الرزاق (۲۰۷۹۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۶۸۷۱)]

عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے کہ ایک زمانہ تو ہم پر وہ تھا کہ ہم ایک مسلمان بھائی کے لئے درہم و دینار کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے اپنی دولت اپنے بھائی کی ہی سمجھتے تھے پھر وہ زمانہ آیا کہ دولت ہمیں اپنے مسلم بھائی سے زیادہ عزیز معلوم ہونے لگی۔ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ اگر تم بیلوں کی دموں کے پیچھے لگ جاؤ گے اور تجارت میں مشغول ہو جاؤ گے اور اللہ کی راہ کا جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری گردنوں میں ذلت کے پٹے ڈال دے گا جو اس وقت تک تم سے الگ نہ ہوں گے جب تک کہ تم پھر سے وہیں نہ آ جاؤ جہاں تھے اور تم توبہ نہ کرلو۔ پھر وہی حدیث بیان کی جو اوپر گزری اور فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گی اور بدعملیاں کریں گے قرآن ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا ان کے علم کو دیکھ کر تم اپنے علموں کو حقیر سمجھنے لگو گے۔ وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے پس جب یہ لوگ ظاہر ہوں تو انہیں قتل کر دینا' پھر نکلیں پھر مار ڈالنا' پھر ظاہر ہوں تو پھر قتل کر دینا۔ وہ بھی خوش نصیب ہے جو انہیں قتل کرے اور وہ بھی خوش نصیب ہے جو ان کے ہاتھوں قتل کیا جائے جب ان کے گروہ نکلیں گے اللہ انہیں برباد کر دے گا پھر نکلیں گے پھر برباد ہو جائیں گے اسی طرح حضور ﷺ نے کوئی بیس مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ بار یہی فرمایا۔ (1) ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق نامی بیٹا دیا اور اسحاق کو یعقوب نامی علیہ السلام جیسے فرمان ہے کہ جب خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے اپنی قوم کو اور ان کے معبودوں کو چھوڑ دیا تو اللہ نے آپ کو اسحاق و یعقوب علیہما السلام دیے اور ہر ایک کو نبی بنایا۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ پوتا بھی آپ کی موجودگی میں ہو جائے گا اسحاق علیہ السلام بیٹے تھے اور یعقوب علیہ السلام پوتے تھے اور آیت میں ہے کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی صاحبہ کو اسحاق علیہ السلام کی اور اسحاق علیہ السلام کے پیچھے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت دی۔ اور فرمایا کہ قوم چھوڑنے کے بدلے تمہارے گھر کی بستی یہ دے گا جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند تھے۔ یہی سنت سے بھی ثابت ہے۔ قرآن کی اور آیت میں ہے کیا تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی موت کا وقت آیا تو وہ اپنے لڑکوں سے کہنے لگے تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا آپ کے اور آپ کے الٰہ والد ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام اسحاق علیہ السلام کے الٰہ کی جو یکتا اور وحدہ لاشریک ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ (2)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو مروی ہے کہ اسحاق و یعقوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند تھے اس سے مراد فرزند کے فرزند کو فرزند کہہ دینا ہے۔ یہ نہیں کہ صلبی فرزند دونوں تھے ابن عباس رضی اللہ عنہما تو کہاں ادنیٰ آدمی بھی

---

(1) [ضعیف: مسند احمد (۲/ ۸٤)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ابوجناب یحییٰ بن ابی حیہ ضعیف و مدلس ہے۔ [مجمع الزوائد (۵/ ۲۰۱)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب ام کنتم شهداء اذا حضر یعقوب الموت (۳۳۸۲_ ۳۳۹۰) مسند احمد (۲/ ۹٦)]

ایسی ٹھوکر نہیں کھا سکتا۔ ہم نے انہی کی اولاد میں کتاب ونبوت رکھ دی۔ خلیل کا خطاب انہی کو ملا امام انہیں کہا گیا پھر ان کے بعد انہی کی نسل میں نبوت وحکمت رہی بنو اسرائیل کے تمام انبیاء حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تو یہ سلسلہ یوں ہی چلا۔ بنی اسرائیل کے اس آخری پیغمبر نے اپنی امت کو صاف کہہ دیا کہ میں تمہیں نبی عربی قریشی ہاشمی خاتم المرسلین سید الرسل اولادِ آدم کی بشارت دیتا ہوں جنہیں اللہ نے چن لیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے آپ کے سوائے اور نبی نہیں ہوا عَلَیْهِ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِیْمِ۔ ہم نے انہیں دنیا کے ثواب بھی دیئے اور آخرت کی نیکیاں بھی عطا فرمائیں۔ دنیا میں رزق وسیع' جگہ پاک' بیوی نیک' سیرت جمیل اور ذکر حسن دیا ساری دنیا کے دلوں میں آپ کی محبت ڈال دی۔ باوجودیکہ اپنی اطاعت کی توفیق روز بروز اور زیادہ دی۔ کامل اطاعت گزاری کی توفیق کے ساتھ دنیا کی بھلائیاں بھی عطا فرمائیں اور آخرت میں بھی صالحین میں رکھا۔ جیسے فرمان ہے ابراہیم علیہ السلام مکمل فرماں بردار تھا موحد تھا مشرکوں میں سے نہ تھا آخرت میں بھلے لوگوں کا ساتھی ہوا۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ ع

حضرت لوط کا بھی ذکر کرو جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم تو اس بدکاری پر اتر آئے ہو جسے تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہیں کیا ○ کیا تم مردوں کے پاس آتے ہو؟ اور راستے بند کرتے ہو؟ اور اپنی مجلسوں میں بے حیائیوں کے کام کرتے ہو؟ اس کے جواب میں آپ کی قوم نے بجز اس کے اور کچھ نہ کہا کہ بس جا اگر تو سچا ہے تو ہمارے پاس اللہ کا عذاب لے آ ○ حضرت لوط نے دعا کی پروردگار! اس مفسد قوم پر تو میری مدد فرما ○

قوم لوط کی بدترین خصلت: لوطیوں کی مشہور بدکرداری سے حضرت لوط علیہ السلام انہیں روکتے ہیں کہ تم جیسی خباثت تم سے پہلے تو کوئی جانتا ہی نہ تھا۔ کفر' تکذیب رسول اللہ کے حکم کی مخالفت تو خیر اور بھی کرتے رہے مگر مردوں سے حاجت روائی تو کسی نے بھی نہیں کی۔ دوسری بدخصلت ان میں یہ تھی کہ راستے روکتے تھے' ڈاکے ڈالتے تھے' قتل وفساد کرتے تھے مال لوٹ لیتے تھے' مجلسوں میں علی الاعلان بری باتیں اور لغو حرکتیں کرتے تھے۔ کوئی کسی کو نہیں روکتا تھا یہاں تک کہ بعض کا قول ہے کہ لواطت بھی علی الاعلان کرتے تھے۔

گویا سوسائٹی کا ایک مشغلہ یہ بھی تھا ہوائیں نکال کر ہنستے تھے' مینڈھے لڑواتے' مرغ لڑواتے اور بدترین برائیاں کرتے تھے اور علی الاعلان مزے لے لے کر گناہ کرتے تھے۔

حدیث میں ہے کہ راہ چلتوں پر آوازہ کشی کرتے تھے اور کنکر، پتھر پھینکتے رہتے تھے۔ [1] سیٹیاں بجاتے تھے۔ کبوتر بازی کرتے تھے، ننگے ہو جاتے تھے' کفر وعناد سرکشی ضد اور ہٹ دھرمی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ نبی کے سمجھانے پر کہنے لگے جا جا پس نصیحت چھوڑ جن عذابوں سے ڈرا رہا ہے انہیں لے آ تو ہم بھی تیری سچائی دیکھیں۔ عاجز آ کر حضرت لوط علیہ السلام نے بھی اللہ کے آگے ہاتھ پھیلا دیئے کہ اے اللہ! ان مفسدوں پر مجھے غلبہ دے میری مدد کر۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ
اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۚ ۝ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ڭ
لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڭ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ وَلَمَّآ اَنْ جَاۗءَتْ رُسُلُنَا
لُوْطًا سِيْۗءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۣ اِنَّا مُنَجُّوْكَ
وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓي اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ
رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ
يَّعْقِلُوْنَ ۝

جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت ابراہیم کے پاس بشارت لے کر پہنچے کہنے لگے کہ اس بستی والوں کو ہم ہلاک کرنے والے ہیں۔ یقیناً یہاں کے رہنے والے گنہگار ہیں ○ حضرت ابرہیم کہنے لگے کہ اس میں تو لوط ہیں فرشتوں نے کہا یہاں جو ہیں ہم انہیں بخوبی جانتے ہیں لوط کو اور اس کے خاندان کو سوائے اس کی بیوی کے ہم بچالیں گے البتہ وہ عورت پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے ○ پھر جب ہمارے قاصد لوط کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے غمگین ہوئے اور دل ہی دل میں رنج کرنے لگے قاصدوں نے کہا آپ خوف نہ کھائیے نہ آزردہ ہو جائیے ہم آپ کو مع آپ کے متعلقین کے بچالیں گے مگر آپ کی بیوی کہ وہ عذاب کے لئے باقی رہ جانے والوں میں سے ہوگی ○ ہم اس بستی والوں پر آسمانی عذاب نازل کرنے والے ہیں اس وجہ سے کہ یہ بےحکم ہو رہے ہیں ○ البتہ ہم نے اس بستی کو صریح عبرت کی نشانی بنا دیا ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں ○

ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کا نزول: حضرت لوط علیہ السلام کی جب نہ مانی گئی بلکہ سنی بھی نہ گئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جس پر فرشتے بھیجے گئے۔ یہ فرشتے بشکل انسانی پہلے بطور مہمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر آئے۔

[1] [ضعیف : مسند احمد (٦/٢٤١) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة العنکبوت (٣١٩٠) طبرانی کبیر (٢١٠٢٠) جامع الاصول فی احادیث الرسول (٢/٢٩٧) مستدرك حاکم (٢/٤٠٩)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابوصالح ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢٧٣٨٣)] شیخ البانی اسے سخت ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی (٦٢٣)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

آپ نے ضیافت کا سامان تیار کیا اور ان کے سامنے لا رکھا۔ جب دیکھا کہ انہیں اس کی رغبت نہیں تو دل ہی دل میں خوف زدہ ہو گئے تو فرشتوں نے ان کی دلجوئی شروع کی اور خبر دی کہ ایک نیک بچہ ان کے ہاں پیدا ہو گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جو وہاں موجود تھیں یہ سن کر تعجب کرنے لگیں جیسے کہ سورہ ہود اور سورۂ حجر میں مفصل تفسیر گزر چکی ہے۔ اب فرشتوں نے اپنا اصلی ارادہ ظاہر کیا۔ جسے سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خیال آیا کہ اگر وہ لوگ کچھ اور ڈھیل دیئے جائیں تو کیا عجب کہ راہ راست پر آ جائیں۔ اس لئے فرمانے لگے کہ وہاں لوط نبی علیہ السلام بھی ہیں۔ فرشتوں نے جواب دیا ہم ان سے غافل نہیں ہیں۔ ہمیں حکم ہے کہ انہیں اور ان کے خاندان کو بچا لیں۔ ہاں انکی بیوی تو بے شک ہلاک ہو گی۔ کیونکہ وہ اپنی قوم کے کفر میں ان کا ساتھ دیتی رہی ہے۔ یہاں سے رخصت ہو کر خوبصورت قریب البلوغ بچوں کی صورت میں یہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ انہیں دیکھتے ہی لوط نبی علیہ السلام شش و پنج میں پڑ گئے کہ اگر انہیں اپنے پاس ٹھہراتے ہیں تو ان کی خبر پاتے ہی کفار بھڑ بھڑا کر آ جائیں گے اور مجھے بھی تنگ کریں گے اور انہیں بھی پریشان کریں گے۔ اگر نہیں ٹھہراتا تو یہ انہی کے ہاتھ پڑ جائیں گے۔ قوم کی خصلت سے واقف تھے اس لئے ناخوش اور سنجیدہ ہو گئے۔ لیکن فرشتوں نے ان کی یہ گھبراہٹ دور کر دی کہ آپ گھبرایئے نہیں رنجیدہ نہ ہوں ہم تو اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں انہیں تباہ و برباد کرنے کے لئے آئے ہیں۔ آپ اور آپ کا خاندان سوائے آپ کی اہلیہ کے بچ جائے گا۔ باقی ان سب پر آسمانی عذاب آئے گا اور ان کی بدکاری کا نتیجہ دکھا دیا جائے گا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں کو زمین سے اٹھایا اور آسمان تک لے گئے اور وہاں سے الٹ دیں اور پھر ان پر ان کے نام کے نشاندار پتھر برسائے گئے۔ اور جس عذاب الٰہی کو وہ دور سمجھ رہے تھے وہ قریب ہی نکل آیا۔ ان کی بستیوں کی جگہ ایک کڑوے گندے اور بدبودار پانی کی جھیل رہ گئی۔ جو لوگوں کے لئے عبرت حاصل کرنے کا ذریعہ بنے۔ اور عقلمند لوگ اس ظاہری نشان کو دیکھ کر ان کی بری طرح ہلاکت کو یاد کر کے اللہ کی نافرمانیوں پر دلیری نہ کریں۔ عرب کے سفر میں رات دن یہ منظر ان کے پیش نظر تھا۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا
تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٣٦﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ
جَاثِمِينَ ﴿٣٧﴾

مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو اللہ کی عبادت کرو قیامت کے دن کی توقع رکھو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو ○ پھر بھی انہوں نے انہیں جھٹلایا آخرش انہیں زلزلے نے پکڑ لیا اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے مردہ ہو کر رہ گئے ○

قوم شعیب کا فساد اور ان پر عذاب: اللہ کے بندے اور اس کے سچے رسول حضرت شعیب علیہ السلام نے مدین میں اپنی قوم کو وعظ کیا۔ انہیں اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کا حکم دیا۔ انہیں اللہ کے عذابوں سے اور اس کی سزاؤں سے ڈرایا۔

انہیں قیامت کے ہونے کا یقین دلا کر فرمایا کہ اس دن کے لئے کچھ تیاریاں کر لو اس دن کا خیال رکھو لوگوں پر ظلم وزیادتی نہ کرو اللہ کی زمین میں فساد نہ کرو برائیوں سے الگ رہو ان میں ایک عیب یہ بھی تھا کہ ناپ تول میں کمی کرتے تھے لوگوں کے حق مارتے تھے ڈاکے ڈالتے تھے راستے بند کر دیتے تھے ساتھ ہی اللہ اور اس کے رسول سے کفر کرتے تھے انہوں نے اپنے پیغمبر کی نصیحتوں پر کان تک نہ دھرا بلکہ انہیں جھوٹا کہا اس بنا پر عذاب الٰہی برس پڑا سخت بھونچال آیا اور ساتھ ہی اتنی تیز وتند آواز آئی کہ دل اڑ گئے اور روحیں پرواز کر گئیں اور گھڑی کی گھڑی میں سب کا سب ڈھیر ہو گیا۔ ان کا پورا قصہ سورۂ اعراف سورۂ ہود اور سورۂ شعرا میں گزر چکا ہے۔

وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ
فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ۙ﴿۳۸﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۫
وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾
فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ
الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ
اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

ہم نے عادیوں اور ثمودیوں کو بھی غارت کیا جن کے بعض مکانات تمہارے سامنے ظاہر ہیں شیطان نے انہیں ان کی بد اعمالیاں آراستہ کر دکھائی تھیں اور انہیں راہ سے روک دیا تھا باوجودیکہ یہ آنکھوں والے اور ہوشیار تھے ○ اور قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی ان کے پاس حضرت موسیٰ کھلے کھلے معجزے لے کر آئے تھے پھر بھی انہوں نے زمین میں تکبر کیا لیکن ہم سے آگے بڑھنے والے نہ ہو سکے ○ پھر تو ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کے وبال میں گرفتار کر لیا۔ ان میں بعض پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا اور ان میں سے بعض کو زوردار سخت آواز نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے ڈبو دیا اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے بلکہ یہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے ○

عاد وثمود کی نافرمانی اور ہلاکت: عادی حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھے۔ احقاف میں رہتے تھے جو یمن کے شہروں میں حضر موت کے قریب ہے۔ ثمودی حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے لوگ تھے۔ یہ حجر میں بستے تھے جو وادی القریٰ کے قریب ہے۔ عرب کے راستے میں ان کی بستی آتی تھی جسے یہ بخوبی جانتے تھے۔ قارون ایک دولت مند شخص تھا جس کے بھرپور خزانوں کی کنجیاں ایک جماعت کی جماعت اٹھاتی تھی۔ فرعون مصر کا بادشاہ تھا اور ہامان اس کا وزیر اعظم تھا۔ اسی کے زمانے میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نبی ہو کر اس کی طرف گئے تھے۔ یہ دونوں قبطی کافر تھے جب ان کی سرکشی حد سے گزر گئی اللہ کی توحید کے منکر ہو گئے رسولوں کو ایذائیں دیں اور ان کی نہ مانی تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کیا۔ عادیوں پر ہوائیں بھیجیں۔ انہیں اپنی قوت وطاقت کا بڑا گھمنڈ تھا کسی کو اپنے مقابلے کا نہ جانتے تھے۔ ان پر ہوا بھیجی جو بڑی تیز وتند تھی جو ان پر زمین کے پتھر اڑا اڑا کر برسانے

لگی۔ بالآخر زور پکڑتے پکڑتے یہاں تک بڑھ گئی کہ انہیں اچک لے جاتی اور آسمان کے قریب لے جا کر پھر گرا دیتی۔ سر کے بل گرتے اور سر الگ ہو جاتا دھڑ الگ ہو جاتا اور ایسے ہو جاتے جیسے کھجور کے درخت' جس کے تنے الگ ہوں اور شاخیں جدا ہوں' ثمودیوں پر حجت الٰہی پوری ہوئی دلائل دے دیئے گئے ان کے طلب موافق پتھر سے ان کے دیکھتے ہوئے اونٹنی نکلی لیکن تاہم انہیں ایمان نصیب نہ ہوا بلکہ طغیانی میں بڑھتے رہے۔ اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو دھمکانے اور ڈرانے لگے اور ایمانداروں سے بھی کہنے لگے کہ ہمارے شہر چھوڑ دو ورنہ ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ انہیں ایک چیخ سے پارہ پارہ کر دیا۔ دل دہل گئے' کلیجے اڑ گئے اور سب کی روحیں نکل گئیں۔ قارون نے سرکشی اور تکبر کیا۔ طغیانی اور بڑائی کی' رب الاعلیٰ کی نافرمانی کی' زمین میں فساد مچادیا' اکڑ اکڑ کر چلنے لگا' اپنے ڈنڈبل دیکھنے لگا' اترانے اور پھولنے لگا' پس اللہ نے اسے مع اس کے محلات کے زمین دوز کر دیا جو آج تک دھنستا چلا جا رہا ہے۔ فرعون' ہامان اور ان کے لشکروں کو صبح ہی صبح ایک ساتھ ایک ہی ساعت میں دریا برد کر دیا۔ ان میں سے ایک بھی نہ بچا جو ان کا نام تو کبھی لیتا۔ اللہ نے یہ جو کچھ کیا کچھ ان پر ظلم نہ تھا بلکہ ان کے ظلم کا بدلہ تھا۔ ان کے کرتوت کا پھل تھا ان کی کرنی کی بھرنی تھی۔ یہ بیان یہاں بطور لف ونشر کے ہے۔ اولاً جھٹلانے والی امتوں کا ذکر ہوا۔ پھر ان میں سے ہر ایک کو عذابوں سے ہلاک کرنے کا۔ کسی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جن پر پتھروں کا مینہ برسانے کا ذکر ہے ان سے مراد لوطی ہیں اور غرق کی جانے والی قوم قوم نوح ہے لیکن یہ قول ٹھیک نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ مروی تو ہے لیکن سند میں انقطاع ہے۔ ان دونوں قوموں کی حالت کا ذکر اسی سورت میں بتفصیل بیان ہو چکا ہے۔ پھر بہت سے فاصلے کے بعد یہ بیان ہوا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ سے یہ بھی مروی ہے کہ مینہ جن پر برسایا گیا ان سے مراد لوطی ہیں اور جنہیں چیخ سے ہلاک کیا گیا ان سے مراد قوم شعیب ہے۔ لیکن یہ قول بھی ان آیتوں سے دور دراز ہے' واللہ اعلم۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝

وقف لازم

جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے' حالانکہ تمام گھروں سے زیادہ بودا گھر مکڑی کا گھر ہی ہے۔ کاش کہ وہ جان لیتے ○ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنہیں وہ اس کے سوا پکار رہے ہیں۔ وہ زبردست اور ذی حکمت ہے ○ ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان فرما رہے ہیں' انہیں صرف علم والے ہی جانتے ہیں ○

غیر اللہ کو پکارنے والے مکڑی کے جالے کی طرح کمزور عقیدے پر: جو لوگ اللہ تعالیٰ رب العالمین کے سوا

اوروں کی پرستش اور پوجا پاٹ کرتے ہیں ان کی کمزوری اور بے علمی کا بیان ہو رہا ہے۔ یہ ان سے مدد روزی اور سختی میں کام آنے کے امیدوار رہتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مکڑی کے جالے میں بارش اور دھوپ اور سردی سے پناہ چاہے۔ اگر ان میں علم ہوتا تو یہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے امیدیں وابستہ نہ کرتے۔ پس ان کا حال ایمانداروں کے حال کے بالکل برعکس ہے۔ وہ ایک مضبوط کڑے کو تھامے ہوئے ہیں اور یہ مکڑی کے جالے میں اپنے سر چھپائے ہوئے ہیں۔ اس کا دل اللہ کی طرف' اس کا جسم اعمال صالحہ کی طرف مشغول ہے اور اس کا دل مخلوق کی طرف اور جسم اس کی پرستش کی طرف جھکا ہوا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈرا رہا ہے کہ وہ ان سے' ان کے شرک سے اور ان کے جھوٹے معبودوں سے خوب آگاہ ہے۔ انہیں ان کی شرارت کا ایسا مزا چکھائے گا کہ یہ یاد کریں۔ انہیں ڈھیل دینے میں بھی اس کی مصلحت اور حکمت ہے۔ نہ یہ کہ وہ علیم اللہ ان سے بے خبر ہو۔ ہم نے تو مثالوں سے بھی مسائل سمجھا دیئے۔ لیکن اس کے سوچنے سمجھنے کا مادہ' ان میں غور و فکر کرنے کی توفیق صرف باعمل علماء کو ہوتی ہے جو اپنے علم میں پورے ہیں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کی بیان کردہ مثالوں کو سمجھ لینا سچے علم کی دلیل ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے ایک ہزار مثالیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی سمجھی ہیں۔ (مسند احمد) [1] اس سے آپ کی فضیلت اور آپ کی علمیت ظاہر ہے۔ حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کلام اللہ شریف کی جو آیت میری تلاوت میں آئے اور اس کا تفصیلی معنوں کا مطلب میری سمجھ میں نہ آئے تو میرا دل دکھتا ہے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے اور میں ڈرنے لگتا ہوں کہ کہیں اللہ کے نزدیک میری گنتی جاہلوں میں تو نہیں ہوگئی کیونکہ فرمان اللہ یہی ہے کہ ہم مثالوں کو لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں لیکن سوائے عالموں کے انہیں دوسرے سمجھ نہیں سکتے۔

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۠﴿۴۴﴾ ع

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو مصلحت اور حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ایمان والوں کے لئے تو اس میں بڑی بھاری دلیل ہے ○

ارض وسماء کی تخلیق کا مقصد: اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی قدرت کا بیان ہو رہا ہے کہ وہی آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے۔ اس نے انہیں کھیل تماشے کے طور پر یا لغو و بیکار نہیں بنایا۔ بلکہ اس لئے کہ یہاں لوگوں کو بسائے۔ پھر ان کی نیکیاں بدیاں دیکھے۔ اور قیامت کے دن ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا و سزا دے۔ بروں کو ان کی بد اعمالیوں پر سزا اور نیکوں کو ان کی نیکیوں پر بہترین بدلہ۔

الحمد للہ بیسواں پارہ ختم ہوا۔

---

[1] [**ضعیف**: مسند احمد (٤/٢٠٣) مجمع الزوائد (٢٦٤/٨) مسند الصحابة فی الكتب التسعة (١٧٣٤٩) مسند الجامع (١٠٧٦٠)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٧٨٠٦)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔]